اگر گیتی سراسر باد گیرد چراغِ چشتیاں ہرگز نمیرد

سِرِّ دلبراں (منظوم)

در احوال و مقامات و کمالات حضرت خواجہ خدا بخش خیرپوری قدس سرہ

مصنّفہ

حضرت مولانا عبداللہ ملتانی رحمہ اللہ تعالیٰ

مترجم

واحد بخش سیال چشتی

صوفی فاؤنڈیشن

جسٹس محمد اکبر ہاؤس ⊙ محلہ مبارک پورہ ○ بہاولپور

۲۹۴۶۶
ع ۶۰ س
22242

جملہ حقوق محفوظ ہیں

اشاعت اوّل —— محرم الحرام ۱۴۰۰ھ
تعداد —— ۵۰۰ سو
قیمت —— ۱۲/- روپے
طبع فی —— المطبعۃ العربیۃ ۳۰ لیک روڈ
پرانی انارکلی لاہور

Marfat.com

فہرس

نمبر شمار	عنوانات	نمبر صفحہ	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	مقدمہ	۱۳	۱۲	سلسلہ طریقت	۲۴
	دنیا میں افراتفری کی وجہ	۱۴	۱۳	تصانیف	"
۲	امید کی کرن	۱۴	۱۴	کمالات	۲۹
۳	مشائخ چشتیہ کی شدید عشقیہ نسبت کی کامیابی۔	۱۵	۱۵	کمال عبدیّت	"
۴	برصغیر پاک و ہند چشتیوں کا ورثہ ہے۔	۱۷	۱۶	حضرت خواجہ صاحب سے بے ادبی کی سزا	۳۱
			۱۷	کمالِ انکسار	۳۲
۵	حضرت خواجہ حافظ محمد جمال رح	۱۹	۱۸	آخری عمر میں استغراق کی وجہ	"
۶	اخلاق کریمہ	"	۱۹	ذوقِ سخن	۳۲
۷	اقوالِ زرّیں	"	۲۰	ذوقِ سماع	۳۳
۸	شر محض کا وجود نہیں ہے۔	۲۱	۲۱	وحدت الوجود	
۹	حدیث المومن مرآۃ المومن	"	۲۲	حضرت مولانا عبداللہ ملتانی	۳۵
۱۰	وحدت الوجود کی ایک مثال	۲۲	۲۳	خلاصہ	"
۱۱	حضرت خواجہ خدا بخش خیرپوری رح	۲۳	۲۴	آغازِ کتاب	۳۷

Marfat.com

شمار نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۲۵	تمہید	۳۹
۲۶	عادات و خصائل	۴۱
۲۷	اقوال زرّیں	۴۳
۲۸	توفیقیہ حضرت اقدس کا حال ہے	〃
۲۹	بدخوئی کا بدلہ خوش خلقی	۴۴
۳۰	آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پر تھے۔	۴۵
۳۱	کثرتِ درس و تدریس	۴۷
۳۲	غلبۂ استغراق	〃
۳۳	تسلیم و رضا	۴۸
۳۴	دین کے معاملات میں آسانی پیدا کر	۴۹
۳۵	کمالِ انکسار	〃
۳۶	مریدین کے لیے کھڑا ہونا	〃
۳۷	فنون لفظی، دنیاوی علوم کی تعلیم	۵۱
۳۸	لوگوں کی تکلیف کا احساس	۵۲
۳۹	بیکاری کی مذمت	۵۳
۴۰	شیخ ابو سعید خراز کا قول	〃
۴۱	ابن منصور حلاج کا قول	۵۳
۴۲	شیخ ابو منصور کا قول	۵۴
۴۳	ان اقوال کی شرح	〃
۴۴	شیخ ابو الحسین کا قول	۵۵
۴۵	شیخ یوسف خیاط ترمذی کا قول	۵۶
۴۶	خود دانی اور خدا دانی	۵۷
۴۷	گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی	〃
۴۸	شب بیداری	۵۹
۴۹	حقیقی سعادت کیا ہے؟	۶۰
۵۰	تسلیم و رضا	〃
۵۱	بندگانِ خدا سے جہان قائم ہے۔	۶۲
۵۲	برکات خاموشی	۶۳
۵۳	اولیا راہست قدرت از اِلٰہ	〃
۵۴	ترک شہوات نفس	۶۴
۵۵	جنتھاں خود قریب ہے دوری	〃
۵۶	عشق اول در دلِ معشوق پیدا میشود	۶۵
		〃

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۵۷	غیوب وحضوری	۶۶
۵۸	قول ابو سعید خراز	//
۵۹	قول حضرت بایزید بسطامی	۶۷
۶۰	شیخ الاسلام پیر انصار ہروی کا قول	//
۶۱	فنائے نفس کے بعد	۶۸
۶۲	حصول فناء فی اللہ	//
۶۳	فاعل حقیقی اللہ تعالےٰ ہے۔	۷۰
۶۴	ترغیب کسب حلال	//
۶۵	فنائے نفس وخودی	۷۱
۶۶	وحدت الوجود	۷۲
۶۷	سبقِ نیستی	//
۶۸	تعلیم شکر	۷۳
۶۹	میت پر فاتحہ خوانی کی بجائے اشعار خوانی	//
۷۰	سنی مذہب پر اظہار تشکر	۷۴
۷۱	حقیقی حج	۷۵
۷۲	خود بینی وعیب جوئی سے پرہیز	۷۶
۷۳	تین عجیب آدمی	۷۸
۷۴	شادی سے پرہیز	//
۷۵	بڑوں سے نیکی کرنا جوانمردی ہے۔	//
۷۶	تاکید روزۂ نفلی	//
۷۷	طبیعت میں گرمی وخشکی کا علاج	//
۸۰	اجازت شیخ کے بغیر ان کی کوئی چیز لینا۔	۷۹
۸۱	قوت مردمی کا نسخہ	//
۸۲	حافظ جمال اللہ کے ساتھ ایک سفر	۸۰
۸۳	بارش برسانے کا نیا طریقہ	۸۲
۸۴	کمالِ ادب	۸۳
۸۵	تمام امراض کا علاج	۸۴
۸۶	چور کو نامراد نہ کیا	۸۵
۸۷	کرشمۂ قدرت	۸۷
۸۸	کمالِ انکسار	۸۸
۸۹	کمالِ ایثار	//

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۹۰	کشف وکرامات سے اجتناب	۸۹	۱۰۲	غلبۂ استغراق	۱۰۳
۹۱	ملتان کی غارت گری کے وقت ثابت قدمی اور توکل	۹۰	۱۰۳	دوست کو قید سے آزاد کرانے کا بہترین طریقہ	۱۰۴
۹۲	ایک عجیب مسئلہ وراثت اور آپ کی ذہانت	//	۱۰۴	مخلوق خدا پر رحم	۱۰۵
			۱۰۵	پابندئ شریعت	//
۹۳	ایک عجیب فیصلہ	۹۳	۱۰۶	اخلاقِ حسنہ	۱۰۶
۹۴	حضرتِ اقدس کا تحمّل	۹۴	۱۰۷	نسخہ برائے روشنی چشم	//
۹۵	سادگی کا کمال	۹۵	۱۰۸	نسخہ برائے زخم	۱۰۷
۹۶	کشف قلوب	۹۶	۱۰۹	عمل برائے داڑھ درد	//
۹۷	دروغ بیانی سے اجتناب	۹۷	۱۱۰	ہر درد اور زخم کے لیے عمل	۱۰۸
۹۸	لڑائی جھگڑا بند کرانے کا نیا طریقہ	۹۸	۱۱۱	دردِ شکم کے لیے	۱۰۸
۹۹	سماع کبھی خواہشاً نہ سنا۔	۹۹	۱۱۲	عمل برائے گمشدہ	۱۰۸
۱۰۰	کمال عجز وانکسار	۹۹	۱۱۳	اشعار سے حقیقت کا مشاہدہ	۱۱۰
۱۰۱	کمال استغنا	۱۰۲	۱۱۴	ایک روپیہ میں شادی ہوگئی	۱۱۱

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مقدمہ

دنیا میں افراتفری کی وجہ

آج کل دنیا بھر میں جس قدر انتشار، بے چینی اور سیاسی، اقتصادی اور اخلاقی بحران مسلط ہے اس کی وجہ مذہب سے بغاوت ہے اور مذہب سے بغاوت کی وجہ یہ ہے کہ مذہب کی روح سے روگردانی کر کے لوگوں نے اس کے ظاہری بے جان ڈھانچے پر اکتفا کر لیا ہے اہل یورپ نے عیسائیت کیلئے بھی اسی وجہ سے علم بغاوت بلند کیا، روس نے بھی اپنے مذہب یعنی عیسائیت کے خلاف اسی وجہ سے بغاوت کی، چین نے بھی اپنے مذہب بدھ مت کو اسی وجہ سے پسِ پشت ڈال دیا ہے اور ہم مسلمانوں کی اسلام سے بے رُخی کی یہی وجہ ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام خدا رسیدہ بزرگ تھے حقیقت سے آگاہ تھے۔ قرب و معرفت الٰہی سے بہرہ ور تھے اور یہی ہر مذہب کی روح رواں اور جانِ ایمان ہے۔ جب قرب الی اللہ اور وصل و معرفت حق کو خارج از بحث کر دیا جائے اور مذہب کے صرف ظاہری اور بے جان ڈھانچے پر اکتفا کر لیا جائے تو نتیجہ وہی نکلتا ہے جو ہمارے سامنے ہے۔ انسان روح اور جسم کے مجموعہ کا نام ہے روح کی اصل عالم قدس ہے اور جسم کی اصل سفلی دنیا ہے۔ قاعدہ کلیّہ ہے کہ کل شیٔ یَرجِعُ اِلٰی اصلہٖ (ہر چیز اپنی اصل کی طرف جاتی ہے) روح کا تقاضا یہ ہے کہ وہ انسان کو عالم قدس یعنی حق تعالیٰ کی طرف کشش کرتی ہے اور جسم کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اُسے سفلی جانب دھکیلتا ہے اسی کشمکش کا نام زندگی ہے جو لوگ روحانی تقاضوں سے مغلوب ہو جاتے ہیں بچ جاتے ہیں جو لوگ جسمانی خواہشات سے مغلوب ہو جاتے ہیں وہ تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ آج کل کے دور میں چونکہ مذہب کے اصولوں سے عام بغاوت عمل میں آچکی ہے اسلیئے

Marfat.com

بہیمیت اور نفسانیت کا دور دورہ ہے اور تمام روحانی اور اخلاقی اقدار کا جنازہ نکل چکا ہے

اُمید کی کرن

لیکن چونکہ اقوام مغرب نے مذہب کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے میں پہل کی تھی اور زیادہ شدّت سے روحانی اقدار کو کچلا تھا اس لئے اس کا ردِعمل (REACTION) بھی مغربی ممالک میں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ ہوا ہے اور وہ لوگ اب اچھی طرح مادیت (MATERIALISM) اور لادینیت (SECULARISM) کے مہلکات اور مضرّات کا تلخ تجربہ کر کے بڑی شدّت سے روحانیت کے متلاشی ہیں اور یورپ و امریکہ میں لوگ اولیائے کرام کی روح پرور اور حقائق و معارف سے لبریز تصانیف پڑھ کر دھڑا دھڑ مسلمان ہو رہے ہیں۔ اسی طرح روس میں بھی اسلامی روحانیت کے شوق کی لہر دوڑ چکی ہے اور سرکاری تجربہ گاہوں میں طاقت ور کیمروں اور دیگر مشینوں کے ذریعے انسانی روح کے فوٹو لئے جا رہے ہیں اور روحانی طاقت کے ذریعے چھوٹے موٹے کشف و کرامات کے تجربات بھی کئے جا رہے ہیں اور وہ اس قابل ہو گئے ہیں کہ آلات کی مدد کے بغیر دور کی چیزیں دیکھ سکتے ہیں۔ دور کی آوازیں سن سکتے ہیں۔ پیغام رسانی کر سکتے ہیں اور زمین سے ایک دو انچ اُوپر اُٹھ کر ہوا میں معلق ہو سکتے ہیں لیکن جہاں ان لوگوں کے لئے یہ بہت بڑی چیز ہے ہمارے ہاں اولیاء کرام کی تعلیمات میں کشف و کرامات اور خوارق عادات کو کوئی اہمیّت نہیں دی جاتی کیونکہ یہ ادنیٰ درجے کی چیز ہے اسلامی روحانیت کی منزلِ مقصود خود حق تعالیٰ ہے یعنی قرب و معرفتِ حق اور مقامات فنا فی اللہ اور بقا باللہ۔ اس لئے جب اہلِ مغرب اولیاء کرام کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو حقائق کائنات اور معارف ذات و صفات الٰہیہ دیکھ کر بے حد متاثر ہوتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا انگلستان کے کچھ خوش نصیب انگریز حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ، کی کتاب کشف المحجوب کا انگریزی ترجمہ پڑھ کر مشرف باسلام ہوئے۔ اُن میں سے دو بھائی جناب

Marfat.com

فاروق احمد اور حضرت شہید اللہ جو لندن کے لینارڈ خاندان کے چشم و چراغ اور اعلیٰ تعلیمیافتہ نوجوان تھے سال ۱۹۳۷ء میں مسلمان ہو کر تلاش شیخ میں بہاول پور آئے اور حیدرآباد دکن میں چشتی بزرگ حضرت مولانا سید محمد ذوقی شاہؒ سے شرف بیعت حاصل کر کے اذکار و مشاغل اور ریاضت و مجاہدہ کے بعد اعلیٰ روحانی منازل پر پہنچے حضرت شاہ شہید اللہ کو اپنے پیر و مرشد سے خلافت بھی عطا ہوئی اور پاکستان میں کوئی پچیس سال مریدین کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہ کر اب کراچی میں ان کا وصال ہو گیا ہے اور اُن کے دس پندرہ غیر ملکی نومسلم مرید جن کا تعلق یورپ، امریکہ، افریقہ، آسٹریلیا وغیرہ سے ہے اب روحانی تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ اسی طرح مراکش کے ایک بزرگ حضرت محمد ابن حبیب شاذلی کی تعلیم و تربیت سے امریکہ کے ایک سو پچاس سفید خاندان اسلام سے مشرف ہو کر اُن کے ایک انگلستانی خلیفہ جن کا اسلامی نام شیخ عبدالقادر الصوفی ہے کے زیر ہدایت اذکار و مشاغل اور ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہیں۔ لندن کے قریب نارویچ کے مقام پر پچاس ایکڑ کے رقبہ میں انھوں نے ایک مسلم کالونی تیار کی ہے جس میں انہوں نے مسجد، مدرسہ اور پرنٹنگ پریس قائم کیا ہے جس کا نام دیوان پریس ہے اور جہاں اب ابن عربیؒ ہے اور امام غزالی جیسے اولیاء کی تصانیف کے تراجم شائع ہو رہے ہیں۔ ان کے دو مرید جو میاں بیوی تھے حال ہی میں راقم الحروف کے پاس آئے اور کئی روز غریب خانہ پر ان کا قیام رہا اور اوچ شریف، پاکپتن شریف اور داتا گنج بخشؒ کے مزارات پر بھی حاضریاں دیں۔ اسی طرح اٹلی کے دو نومسلم ایک مرد اور ایک عورت بھی کئی دن غریب خانہ پر مقیم رہے اور پاکستان اور ہندوستان میں اولیاء کرام کے مزارات کی زیارت کے بعد واپس چلے گئے۔ نیز اس وقت پاکپتن شریف ایک انگلستانی نومسلم ایک فرانسیسی نومسلم اور خاتون اور ایک فلسطینی سلوک الی اللہ میں مشغول ہیں۔ پاکپتن شریف کے حالیہ عرس پر امریکہ کے ایک نومسلم بھی آئے ہوئے تھے اور عرس کی تمام رسومات

میں شریک رہے غرضیکہ اب یورپ اور امریکہ اور دیگر ممالک میں اسلامی روحانیت کا بے حد شوق ہے اور اس کثرت سے لوگ مسلمان ہو رہے ہیں کہ اُن کے حالات قلمبند کرنے سے ایک ضخیم کتاب وجود میں آجائے گی۔ اسی طرح چین جیسے دہریہ ملک میں بھی اب لوگوں کا رجحان روحانیت کی طرف بڑھ رہا ہے اور خود حکومت نے اسلامی روحانیت عیسائی روحانیت اور بدھ مت کی روحانیت پر ریسرچ کی خاطر تین علیحدہ علیحدہ مراکز قائم کئے ہیں۔ ان تمام خوشخبریوں کا سہرا اولیاء کرام کے سر ہے جنہوں نے اسلام کی حقیقت کو سمجھا اور عملی طور پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا مسلک روحانیت اختیار کر کے قرب و معرفت کے فنافی اللہ اور بقا باللہ جیسے بلند ترین منازل و مقامات تک پہنچ گئے۔

مشائخ چشتیہ کی شدید عشقیہ نسبت کی کامیابی

ویسے تو تمام روحانی سلاسل کے مشائخ عظام کا مسلک قرآن و سنّت کے مطابق عشق و محبت اور قرب و معرفتِ حق ہے کیونکہ تخلیق کائنات کی غرض و غایت ہی حدیث کُنتُ کَنزاً مَخفِیاً فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ کے مطابق عشق و محبت اور قرب وصالِ حق ہے لیکن اس معاملے میں جو شدید نسبت عشقیہ حضرات مشائخ چشتیہ رحمھم اللہ کے حصے میں آئی ہے اس کا کہیں جواب نہیں ہے۔ حضرت مرزا جانجاناں نقشبندیؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ نقشبندی نسبت اور چشتیہ نسبت میں کیا فرق ہے تو آپ نے فرمایا کہ نقشبندی نسبت افیون کی پینک کی طرح ہے اور چشتیہ نسبت شراب کے نشہ کی مانند ہے جس میں جوش و خروش اور ذوق و شوق کوٹ کوٹ کر بھرا ہے یاد رہے کہ اولیاء کرام کے مراتب کا فرق اسی نسبت عشقیہ کی کمی یا بیشی پر منحصر ہے جس قدر ذوق و شوق، سوز و گداز اور جوش و خروش زیادہ ہوتا ہے ذاتِ حق میں پرواز اسی قدر زیادہ بلند ہوتا ہے اور ذاتِ حق میں پرواز جس قدر زیادہ بلند ہوتا ہے حقائق و

Marfat.com

معارف ذات وصفات سے اسی قدر زیادہ حصہ ملتا ہے اور اولیاء کرام کے مقامات اسی قدر زیادہ بلند ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں چونکہ حضرت انسان کے خمیر میں بھی عشق کا عنصر سب سے زیادہ ہے اس لیئے نسبت عشقیہ چشتیہ دنیا میں سب سے زیادہ کامیاب ہوئی ہے اور لاکھوں کروڑوں لوگ مشائخ چشتیہ کی وجہ سے اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔ جہاں جہاں مشائخ چشت تشریف لے گئے افراد نہیں۔ گاؤں نہیں۔ قصبے نہیں، صوبوں اور ملکوں کی قسمتیں بدل ڈالیں۔

برصغیر ہند و پاکستان چشتیوں کا ورثہ ہے

خاص کر برصغیر ہند و پاکستان جس سے ہمارا تعلق ہے مشائخ چشتیہ علیہم الرحمہ کی مساعی جمیلہ کا مرہون منت ہے۔ صرف خواجہ خواجگان حضرت خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ، کے دست مبارک پر نوے لاکھ کفار مشرف باسلام ہوئے اس طرح آپ کے خلفاء اور خلفاء کے خلفاء کے ہاتھوں بھی لاکھوں کروڑوں انسان دولت اسلام سے مشرف ہوئے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب محمد بن قاسم کے بعد سلطان محمود غزنوی رح کے ذریعے اسلام برصغیر میں مستقل طور پر داخل ہوا تو اس کی فوج کی پشت پناہی روحانی طریق پر اس وقت کے چشتی بزرگ حضرت خواجہ محمد محترم چشتی قدس سرہ، فرما رہے تھے۔

شجرۃ الانوار میں لکھا ہے کہ :-

حضرت خواجہ محمد محترم چشتی قدس سرہ پہلے بزرگ ہیں جو ہندوستان آئے اور سلطان محمود غزنوی رح کی فوج کے ساتھ ۴۱۵ھ میں سومنات کے جہاد میں شریک ہوئے اور محمود کا لشکر آپ ہی کی پناہ و حمایت میں تھا۔"

حضرت مولانا جامی رح اپنی شہرہ آفاق کتاب نفحات الانس میں لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رح محمود غزنوی کے ساتھ اشارۂ غیبی سے جہاد میں شریک ہوئے اور محمود کا

Marfat.com

لشکر آپ کی پناہ میں تھا اور وہ آپ کے باطنی تصرف کی وجہ سے کامیاب ہوا"

محمود غزنوی کے بعد جب محمد غوری ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو اس کی پشت پناہی حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ فرما رہے تھے۔ جب ہندوستان کے شہنشاہ رائے پتھورا نے حضرت اقدس کے اصحاب کی بے ادبی کی تو آپ نے فرمایا کہ ہم نے رائے پتھورا کو زندہ گرفتار کیا ہے۔ اور چند یوم کے بعد وہ محمد غوری کے لشکر کے ہاتھوں زندہ گرفتار ہوا۔ حضرت خواجہ غریب نواز کے بعد ہندوستان کی باطنی بھاگ دوڑ آپ کے خلفاء اور خلفاء کے خلفاء کے ہاتھ میں رہی اور یہ حضرات سلاطین اسلام کی پشت پناہی کرتے رہے۔ چنانچہ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ دیگر سلاسل کے مشائخ عظام نے برصغیر میں کچھ نہیں کیا۔ دیگر سلاسل کے مشائخ عظام نے بھی ہندوستان کے لوگوں کی ہدایت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا لیکن مجموعی طور پر باطنی حکومت مشائخ چشت ہی کے ہاتھ میں رہی۔

اس سلسلہ عالیہ چشتیہ کے ایک بزرگ اور ولی کامل، مکمل، اکمل حضرت خواجہ خدا بخش خیرپوریؒ ہیں۔ جنہوں نے اپنے حلقہ عمل میں اسلام اور مسلمانوں کی جو خدمت انجام دی ہے اس کی مختصر سی جھلک اس کتاب سرِّ دلبراں میں دکھائی دے رہی ہے۔ اب ہم اس جلیل القدر ہستی کے احوال و مقامات اور اقوال پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں گے تاکہ قارئین کرام کو آپ کی عظمت کا اندازہ ہو سکے اور آپ کی تعلیمات اور روحانی فیوض و برکات سے بہرہ ور ہو سکیں۔ لیکن اس سے پہلے ہم آپ کے شیخ حضرت خواجہ حافظ محمد جمال قدس سرہ کے مختصر حالات بیان کریں گے۔ جنہوں نے حضرت خواجہ خدا بخشؒ کو کندن بنایا۔ حضرت حافظ صاحبؒ کے حالات ہم نے رسالہ گلزار جمالیہ سے لئے ہیں جو آپ کے خلیفہ حضرت مولانا عبدالعزیز پرہاڑویؒ کی تصنیف ہے

Marfat.com

حضرت خواجہ حافظ محمد جمال رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حافظ محمد جمال قدس سرہ، ملتان شریف کے رہنے والے تھے۔ آپ کی سکونت قلعہ ملتان سے باہر مشرقی جانب تھی جہاں اب آپ کا روضہ مبارک ہے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حافظ عبدالرشیدؒ تھا۔

حُلیہ مبارک حضرت اقدس خوبصورت تھے، چہرہ نورانی تھا، قد موزوں، اور نازک اندام تھے۔ دانت خوبصورت، ابرو باریک اور ریش مبارک موزوں تھی۔ جب آپ بیٹھتے تھے تو اکثر دو زانوں ہو کر بیٹھتے تھے لیکن کبھی مربع بھی بیٹھتے تھے۔ آخر عمر میں آپ تکیہ لگا کر بیٹھتے تھے۔

علم و فضل آپ علوم ظاہری و باطنی دونوں میں صاحب کمال تھے۔ جب کوئی ادق مسئلہ پیش آتا تو نہایت آسانی سے سمجھا دیتے تھے۔ فن مباحثہ میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا جو شخص آپ کے پاس آتا قائل ہو کر جاتا تھا۔ علوم ظاہری کی تحصیل کے وسط میں جذبہ الہٰی نے آپ کو اپنی طرف کھینچ لیا اور آپ نے مزید تعلیم ترک کر دی۔ آپ حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہ، کے مرید و خلیفہ ہیں۔ جنہوں نے سندھ، پنجاب، ایران، افغانستان کو اپنے نورِ ہدایت سے رنگ دیا۔ حضرت حافظ محمد جمالؒ تحقیق مسئلہ وحدت الوجود میں اجل علماء میں سے تھے۔ شیخ اکبرؒ اور مولانا جامی کی تصانیف سے آپ کو بے حد محبت تھی اور ان کے مندرج ادق مسائل کو آپ آسانی سے سمجھا دیتے تھے۔

شجاعت میدان کارزار میں آپ کا شمار دلیر ترین لوگوں میں ہوتا تھا جب ملتان پر سکھوں کا حملہ ہوا تو تلوار نکال کر میدان میں آگئے اور بڑی شجاعت سے لڑتے رہے۔ شہر کا محاصرہ ہونے سے قبل کسی نے تجویز

پیش کی کہ کسی دوسرے شہر میں چلا جانا چاہیے لیکن آپ نے اس تجویز کو سختی سے ٹھکرا دیا اور فرمایا کہ یہ جہاد فرض عین ہو چلا ہے اور ہرگز باہر نہیں جائیں گے خواہ ہم شہید ہو جائیں یا غازی بن جائیں دونوں صورتیں ہمارے لئے محبوب ہیں جب دشمن کی نقب زنی سے قلعہ کا برج گر گیا اور کفار اندر داخل ہونے لگے تو بڑے بڑے بہادروں کے کلیجے پانی ہونے لگے لیکن حضرت حافظ محمد جمالؒ دوڑ کر سب سے پہلے اس مقام پر جا پہنچے ۔ آپ کے ہاتھ میں تلوار اور تیر کمان ہوتا تھا اور دونوں ہتھیاروں میں مہارت تامہ رکھتے تھے ۔

اخلاق کریمہ

آپ خلق محمدی کے پتلہ تھے ۔ اور ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ نہایت حسن سلوک سے پیش آتے تھے ۔ اور ہر شخص کے حسب منشاء ان کو ظاہری اشیاء عطاء فرماتے تھے ۔ آپؒ کا کلام نہایت پسندیدہ اور الفت سے لبریز ہوتا تھا ۔ آپ کی طبیعت مبارک میں مزاح بھی وافر تھا اور لوگوں کے ساتھ خوش طبعی سے پیش آتے تھے ۔ اور ہر شخص کے معیار کے مطابق کلام فرماتے تھے ۔

اقوال زریں

فرمایا طبیب کا ایمان ضعیف ہوتا ہے کیونکہ وہ مریض کی شفا کو اپنے نفس کی طرف منسوب کرتا ہے ۔ اگر اس وہم سے سلامت رہے تو پھر بہت اچھا ہے ۔ نیز فرمایا ہر چیز کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے اور اُسے غیر کی طرف منسوب کرنا وہم ہی وہم ہے ۔ پس خدا کا فعل مانند ندا ہے اور تیرا فعل اور تو مانند صدا ہے پھر شعر پڑھا ؎ ہمہ عالم صدائے نغمہ اوست ۔ کہ شنید ایں چنین صدائے دراز

نیز فرمایا ہر شخص حق تعالےٰ کو ایک تشخص میں دیکھے گا ۔ یہ حدیث ہے کہ بعض کو صورت منکرہ میں اور بعض کو صورت حسنہ میں تجلی ہو گی ۔ نیز فرمایا کہ جب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس سرہ، نے یہ حدیث دیکھی تو فرمایا میں حق تعالیٰ سے التماس کرونگا کہ میرے لئے میرے شیخ حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

کی صورت میں تجلی فرمائے۔ اور ایسا نہ ہوا تو میں اُسے نہیں دیکھوں گا۔
نیز فرمایا کہ صوفی تیس سال کے بعد سلوک فی اللہ میں مسرور ہوتا ہے۔ اس لئے کہ حق سبحانہٗ کا وصال عرفان کے مدارج کی طرف عروج نفس امارہ کی مخالفت اور شہوات کی شکستگی سے حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فرشتوں کے لئے ترقی نہیں ہے بلکہ ہر فرشتہ کے لئے مرتبہ مقرر ہے۔ اس لئے خواص انسان خواص فرشتوں پر سبقت رکھتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ چڑھتی جوانی اور نفس سرکش قبل از تیس سال بہت ہی سخت ہوا کرتے ہیں۔ پس نفس کی مخالفت قبل از سی سال حق سبحانہٗ تعالیٰ کے وصول میں نہایت ہی دخیل ہوتی ہے۔

شرمحض کا وجود نہیں ہے

نیز فرمایا کہ شر محض کا وجود نہیں ہے۔ یہ قول ہے اشراقی حکماء کا قول ہے جسے صوفیاء نے قبول کیا ہے۔ بعض مشائخ سے سوال کیا گیا کہ اگر شر محض کا وجود ہی نہیں تو قتل کرنے والے کافر میں کیا خیر ہے اُنہوں نے جواب دیا کہ اس میں دو خوبیاں ہیں جو نبی اور ولی میں بھی نہیں ایک یہ کہ اس کافر کا قاتل غازی ہوتا ہے اور اس کا مقتول شہید۔ نیز فرمایا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ تک رسائی کا بہترین طریقہ وہی ہے جو ہمارے مشائخ نے اسناد صحیح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ظاہر میں تو شریعت شریفہ سے آراستہ ہو اور اس پر استقامت ہو اور باطن میں صفات رذیلہ سے پاک ہو۔

حدیث المومن مراۃ المومن کی شاندار شرح

فرمایا حدیث میں ہے کہ مومن مومن کا آئینہ ہے۔ لفظ مومن کے دو مطالب ہیں۔ اوّل یہ ہے کہ مومن اوّل سے مراد حق تعالےٰ ہے اور ثانی سے مراد بندہ۔ دوسرا مطلب اس کے برعکس ہے۔ اور دونوں صحیح ہیں۔ فرمایا فتوحات مکیہ میں شیخ اکبرؒ نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ تیرا آئینہ ہے۔ تیرے دیکھنے میں اپنے نفس کو اور تو اس کا آئینہ ہے

Marfat.com

اس کے اسمار وصفات کے دیکھنے کے لئے۔

وحدت الوجود کی ایک مثال

ایک دن کشتی میں سوار تھے فرمایا اے عبدالعزیز وجودِ مطلق کی اپنے ظہور کے لئے پانی کے موجوں کی مثال بہت بہتر ہے۔ میں نے آپ کی زبان مبارک سے اکثر یہ شعر سنا ہے

سمندر سمندر رہے جس طور پر قدم میں تھا
موجیں اور نہریں نو پیدا شدہ ہیں

(یہاں سمندر سے مُراد ذات حق اور نہروں اور موجوں سے مراد موجودات ہیں جو سمندر سے جدا نہیں ہو سکتے) نیز فرمایا کہ حضرت مولانا فخرالدین دہلوی قدس سرہٗ ہر خاص وعام کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ جب کسی نے سوال کیا تو فرمایا کہ نفس کی مثال شیر خوار بچہ کی ہے کہ اگر اس کا دودھ نہ چھڑایا جائے تو ہمیشہ پیتا رہے گا۔ اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اسے ہر ایک کی بے تعظیمی کی عادت نہ ہو جائے۔ لیکن مولانا عبدالعزیز پرہاروی فرماتے ہیں کہ ہر شخص کی تعظیم کی اصل وجہ یہ تھی کہ بجز ذاتِ حق آپ کچھ نہیں دیکھتے تھے جو تعظیم ہوتی تھی حق سبحانہٗ کے لئے ہوتی۔ نیز فرمایا کہ جس کو خط لکھو، صاف اور واضح لکھو۔ فرمایا کاتب کو ہلاک کرنے کے لئے صرف یہی گناہ کافی ہے کہ پڑھنے والا اس کا مشکل خط پڑھنے میں تکلیف محسوس کرے۔

فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ امی وابی جب معراج پر گئے تو حق تعالےٰ نے آپ کو کئی قسم کے علوم عطا فرمائے اور تاکید فرمائی کہ کسی کو نہ بتانا۔ جب آپ معراج سے تشریف لائے تو ایک دن کسی دیوانے کو دیکھا کہ وہی علوم بازاروں اور کوچوں میں کہتا پھرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کی کہ یہ کیا بات ہے۔ مجھ کو تو چھپانے کا حکم ملا اور اُسے یوں حکم ہوا۔ جناب باری تعالیٰ سے جواب ملا کہ اگر آپ ظاہر کرتے تو فتنہ وفساد کا ڈر تھا۔ اس دیوانے کی باتوں کا کون اعتبار کرتا ہے۔

Marfat.com

حضرت حافظ محمد جمالؒ کے خلفاء

حضرت حافظ صاحبؒ کے خلفاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ حضرت خواجہ خدا بخش صاحبؒ خیر پوری۔

۲۔ حضرت مولانا محمد حامدؒ فتح پوری۔ (تحصیل خانپور ضلع رحیم یار خاں)

۳۔ حضرت محمد زاہد شاہ صاحبؒ۔

۴۔ حضرت مولانا عبدالرزاقؒ ساکن میلسیاں۔

۵۔ حضرت منشی غلام حسن صاحبؒ۔

وصال حضرت حافظ صاحبؒ کا وصال بتاریخ پانچ جمادی الاوّل ۱۲۲۵ھ یا ۱۲۲۶ھ میں ہُوا۔

Marfat.com

حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ

سلسلہ نسب

ہمارے ملک کے نامور ادیب و مورخ سید مسعود حسن شہاب دہلوی نے بجا طور پر لکھا ہے کہ جہاں بعض لوگ اپنے حسب و نسب پر فخر کرتے ہیں حضرت خواجہ خدا بخشؒ خیر پوری وہ ہستی ہیں جن پر حسب و نسب فخر کرتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ نسباً کسی معمولی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ دنیاوی اور دینی نقطۂ نگاہ سے بھی آپ کا خاندان ہمیشہ علم و فضل میں ممتاز چلا آیا ہے آپ قریش الاصل ہیں۔ لیکن آپ کی والدہ ماجدہ تلمبہ کے ایک ملن ہس خاندان سے تعلق رکھتی ہیں آپ کے والد کا اسم گرامی قاضی جان محمدؒ تھا۔ گلشن ابرار میں حضرت اقدس کا سلسلہ نسب یوں بیان کیا گیا ہے مولانا خدا بخشؒ ابن قاضی جان محمدؒ ابن مولوی عنایت اللہ ابن مولوی حسن علی ابن مولوی محمود ابن مولوی محمدؒ اسحاق ابن مولانا علاؤ الدینؒ۔ مولانا علاؤ الدین جہانگیر کے عہد حکومت میں تھے اور بادشاہ کی طرف سے بقول مسعود حسن شہاب آپ کو قلعہ تلمبہ سپرد ہوا اور دس ہزاری منصب تفویض ہوا۔ شاہ عالم ثانی تک یہ منصب اس خاندان میں رہا۔ خواجہ صاحب کے دادا مولوی عنایت اللہ اس منصب کے آخری منصب دار تھے جو ۱۱۹۱ھ میں اس سے آزاد ہو کر گوشہ نشین ہو گئے۔

حضرت خواجہ خدا بخشؒ کی پیدائش ۱۱۵۱ھ میں بمقام تلمبہ ہوئی۔ آپ کے والد ماجد بہت متقی و پرہیزگار تھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم تلمبہ ہی میں ہوئی۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے آپ دہلی تشریف لے گئے اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے دارالعلوم مدرسہ رحیمیہ میں داخل ہوئے۔ دہلی میں آپ کو بڑے بڑے علماء و مشائخ کا فیض صحبت حاصل ہوا۔ سید مسعود حسن شہاب رسالہ منارۂ نور میں لکھتے ہیں کہ جب مرہٹوں کا زور بڑھ رہا تھا تو حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ان کی پیش قدمی روکنے

22242

Marfat.com

کے لئے احمد شاہ ابدالی کو دعوت دی اور جو وفد دہلی سے کابل گیا اس کی قیادت کا منصب حضرت خواجہ خدا بخش صاحبؒ کے سپرد ہوا۔ اگر یہ واقعہ ہے تو ہمارے لئے بے حد خوشی اور فخر کی بات ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ احمد شاہ ابدالی کی برصغیر پر یہ آخری لشکر کشی پانی پت کی چوتھی لڑائی اور مرہٹوں کا خاتمہ حضرت خواجہ خدا بخشؒ کے عہد طفلی یا ممکن ہے عنفوان جوانی کی باتیں ہیں۔ کیونکہ پانی پت کی چوتھی لڑائی جس میں احمد شاہ ابدالی کے ہاتھوں مرہٹوں کو شکست فاش ہوئی اور ان کا ہمیشہ کے لئے قلع قمع ہو گیا۔ ۱۴ر جنوری ۱۷۶۱ء میں ہوئی جو ۱۱۷۹ سن ہجری کے مطابق ہے۔ چونکہ حضرت اقدس کی ولادت ۱۱۵۱ھ میں ہوئی پانی پت کی لڑائی کے وقت آپ کی عمر تقریباً اٹھائیس برس ہوگی۔ نیز شاہ ولی اللہؒ کا فرستادہ وفد اس سے دو تین سال قبل کابل گیا ہو گا۔ جب آپ کی عمر کوئی پچیس برس ہوگی۔ پچیس برس کی عمر میں ایک عظیم الشان مشن کی قیادت زیادہ قرین قیاس نہیں ہے البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت اقدس کی ولادت کے سن میں کوئی مغالطہ ہو۔ بہر حال جیسے کہ ہم کہہ چکے ہیں۔ اگر حضرت اقدس سے خدا تعالیٰ نے یہ اہم کام انجام دلایا ہے تو ہمارے لئے نہایت ہی خوشی آیند اور فخر کی بات ہے۔

دہلی سے فارغ التحصیل ہو کر آپ تلمبہ واپس گئے اور اپنے والد کی وفات تک اسی جگہ مقیم رہے۔ اس کے بعد آپ وہاں سے ترک سکونت کر کے ملتان تشریف لے گئے اور وہاں درس تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ کہتے ہیں کہ آپ نے چالیس برس تک ملتان میں قرآن حکیم اور حدیث شریف کا درس دیا اور بے شمار اصحاب کو مرتبہ تکمیل تک پہنچایا۔

سلسلہ طریقت آپ کا سلسلہ طریقت سلسلۂ عالیہ چشتیہ ہے۔ آپ حضرت حافظ محمد جمال ملتانیؒ کے مرید و خلیفہ ہیں اور آپ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ کے اور آپ محب النبی حضرت مولانا فخر الدینؒ دہلوی کے مرید و خلیفہ ہیں اس طرح یہ سلسلہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ اور

حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ تک پہنچ جاتا ہے۔

آپ کی بیعت کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا فخرالدین دہلویؒ نے حضرت قبلۂ عالم مہارویؒ کو کہلا بھیجا کہ پہلے ملتان سلسلۂ عالیہ سہروردیہ کے زیرِ اقتدار تھا۔ اب ہمارے سپرد ہوا ہے اس لئے آپؒ اپنے کسی مرید کو حکم دیں۔ حضرت شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ کی خانقاہ میں سلسلہ چشتیہ میں لوگوں کو بیعت کریں۔ حضرت قبلۂ عالم نے اپنے خلیفہ حضرت حافظ محمد جمال کو حکم دیا کہ یہ کام شروع کردیں اور آپؒ نے خانقاہ سہروردیہ میں بیٹھ کر سب سے پہلے حضرت خواجہ خدابخشؒ کو داخل سلسلۂ عالیہ چشتیہ فرمایا۔

جب ملتان پر سکھوں کا حملہ ہوا تو حضرت حافظ محمد جمالؒ اور حضرت خواجہ خدابخشؒ نے ان کے خلاف لڑائی میں خوب بہادری کے جوہر دکھائے لیکن بالآخر آپؒ نے وہاں سے ترک سکونت کر کے ریاست بہاول پور رہنے کا ارادہ کر لیا۔ اور خیرپور میں رہائش پذیر ہوگئے۔ سرِ دلبراں میں لکھا ہے کہ بہاول پور کے نواب صاحب نے حکام متعلقہ کو حکم دیا کہ حضرت اقدس کے کنبہ کا تمام خرچ سرکاری خزانہ سے ہوا کرے۔ جب حکام نے آپ کی خدمت میں جاکر ماہانہ خرچ کا تخمینہ دریافت کیا تو آپ نے گھر کے ہر فرد کے لئے ایک پاؤ آٹا صبح شام سے زیادہ کچھ طلب نہ فرمایا جس کی کل قیمت اس وقت کے حساب سے چھ آنے روزانہ بنتی تھی۔ یہ ہے اتنے بڑے شیخ کا تخمینہ خرچ جو بادشاہ کے خزانۂ عالیہ سے پورا ہوتا تھا۔ توکل علی اللہ کی یہ شان صرف اولیائے کرام کے ہاں مل سکتی ہے۔ اگر کوئی اور ہوتا تو ارد گرد کے گاؤں پر ہاتھ مارنے کی کوشش کرتا آپ نے بقیہ عمر خیرپور ہی میں گزار دی البتہ اپنے شیخ علیہ رحمۃ کے عرس کے موقعہ پر آپؒ ہر سال تشریف لے جایا کرتے تھے نیز حضرت قبلۂ عالم مہاروی کی زیارت کے لئے مہار شریف بھی جایا کرتے تھے۔ آپکی عمر ایک سو سال کے قریب تھی اور ۱۲۵۱ھ میں آپکا وصال ہوا۔ سرِ دلبراں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے شادی کی تھی لیکن اولاد نہیں تھی۔ البتہ آپکے بھائی حضرت مولانا قادر بخشؒ اور ہمشیرہ صاحبہ کی اولاد اب تک موجود ہے اور خیرپور میں آباد ہے۔ آپکا مدفن خیرپور ٹامیوالی ہے جو بہاولپور سے تقریباً تیس میل کے فاصلہ پر شمال مشرق کی طرف واقع ہے۔

Marfat.com

تصانیف آپ کی تصانیف میں سے ایک کتاب توفیقیہ سب سے زیادہ مشہور ہے جس میں آپ نے مسئلہ وحدت الوجود کو قرآن و حدیث اور معقولات کے ذریعے ثابت کیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی دو اور تصانیف بھی ہیں۔ ایک کا نام توحیدیہ اور دوسری کا نام ذوقیہ ہے۔ توفیقیہ کا اردو ترجمہ راقم الحرف کر رہا ہے۔ اس کے بعد توحیدیہ اور ذوقیہ کا ترجمہ کیا جائے گا اور امید قوی ہے کہ بفضلہ تعالیٰ اگلے عرس تک یہ تینوں کتابیں چھپ جائیں گی۔

آپ کے کمالات اولیائے کرام کے کمالات بیان کرنے سے پہلے آج کل کے قارئین کرام کو یہ سمجھانے کی ضرورت پیش آتی ہے کہ ان کے کمالات کیا ہوتے ہیں کیونکہ جب تک کمال کی حقیقت سمجھ میں نہ آئے صاحب کمال کے کمالات کو کوئی کس طرح سمجھ سکتا ہے۔

یاد رہے کہ جس طرح ذات احدیّت کا ظہور تنزلاتِ ستّہ کی ترتیب سے دوائر کی صورت میں وقوع پذیر ہوا یعنی اطلاق اور لاتعین یا خالص تنزیہہ کے مرتبہ سے یا عالمِ لاہوت سے عالمِ جبروت، عالمِ ملکوت، عالمِ ناسوت میں ظہور ہوا، اسی طرح سالکین راہ حقیقت کی ترقی یا ذاتِ حق کی طرف پرواز بھی دوائر کی صورت میں ان ہی مراتب کے ذریعے ہوتی ہے۔ مندرجہ ذیل دائرہ سے حقیقت اچھی طرح سمجھ میں آجائے گی۔

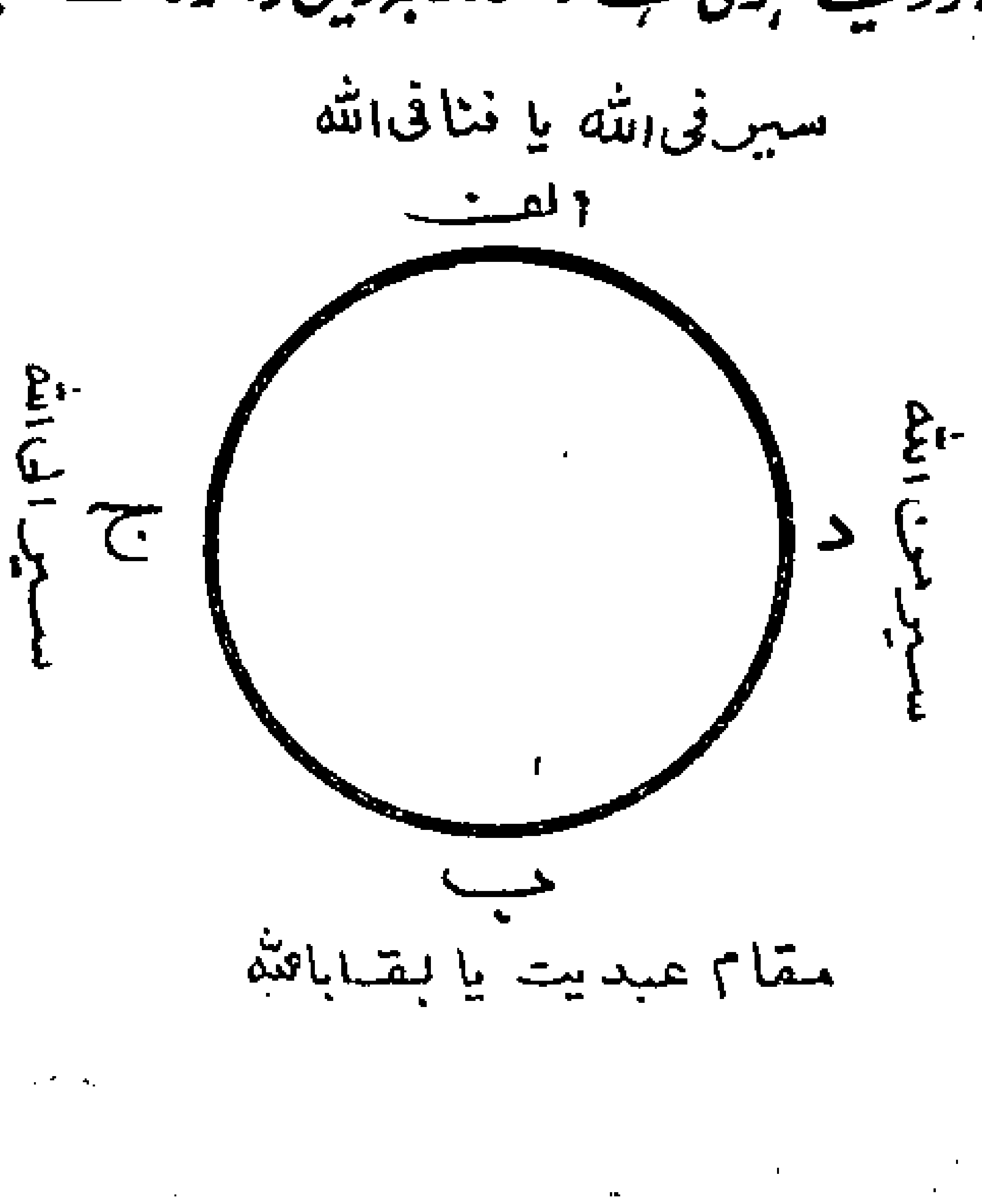

Marfat.com

سالک کے عُروجی سفر کی ابتدا نقطۂ ب سے ہوتی ہے۔ جب نماز، روزہ، حج زکوٰۃ، عبادات، ریاضات، اذکار، مشاغل، مراقبات، فضلِ الٰہی اور توجہ شیخ سے سالک کی روح کو قوت حاصل ہوتی ہے تو وہ بمصداق كُلُّ شَيْئٍ يَرْجِعُ اِلٰى اَصْلِهٖ عالمِ بالا کی طرف نقطۂ ج کے راستے پرواز کرتی ہے اس سفر کو عروجی سفر یا سیر الی اللہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور اسی سفر کے دوران عالمِ ناسوت یعنی ظاہری دنیا سے نکل کر اسے عالمِ مثال، عالمِ ملکوت اور عالمِ جبروت سے ہوتے ہوئے ذاتِ احدیت کے ساتھ وصال حاصل ہوتا ہے جسے تصوّف کی اصطلاح میں مرتبۂ فنا یا مقامِ فنا فی اللہ یا سیر فی اللہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور یہ سیر نقطۂ الف پر حاصل ہوتی ہے۔

اب چونکہ ذاتِ حق کی کوئی انتہا نہیں اس لئے سیر فی اللہ کی بھی کوئی انتہا نہیں۔ اگر سالک چاہے تو ہمیشہ کے لئے سیر فی اللہ اور فنا فی اللہ میں مستغرق رہ سکتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ مقامِ سُکر، بے خودی اور محویّت ہے اس مقام پر کثرت مٹ کر وحدت میں مبدل ہو جاتی ہے اور سالک کا اپنا وجود بھی ذاتِ حق میں گم ہو جاتا ہے اس لئے مشیّتِ ایزدی یہ ہے کہ اس مقام کو ترک کرکے دوبارہ مقامِ کثرت میں آئے تاکہ بمصداق حدیث تخلقوا باخلاق اور بِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یَبْصُرُ سالک صفاتِ باری تعالےٰ سے متصف ہو کر اپنی ہستی میں واپس آئے مناصبِ زندگی انجام دے اور ہدایتِ خلق کا فریضہ ادا کرے۔ چنانچہ نقطۂ الف یعنی فنا فی اللہ سے نزول کرکے نقطۂ د کے راستے نقطۂ ب پر واپس آنے کا نام نزولی سفر یا سیر من اللہ ہے۔ جب سالک مقامِ فنا کی محویت، بے خودی اور استغراق سے نکل کر نقطۂ ب یعنی مقامِ دوئی اور کثرت پر واپس آتا ہے تو اس مقام کو بقا باللہ، عبدیت، عبودیت اور فرق بعد الجمع کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جہاں نقطۂ الف یعنی مقامِ فنا کا خاصہ سُکر و مستی ہے۔ نقطۂ ب یعنی مقامِ بقا باللہ کا خاصہ صحو یعنی ہوشیاری

عبودیت، عجز و انکسار ہے اور یہی مقام عروجِ بشری کی انتہا اور آخری منزل ہے اور اسلامی تعلیمات کی غرض و غایت ہے یہاں پہ سالک کے سر پہ خلافتِ ارضی کا تاج رکھا جاتا ہے اور وہ بطور خلیفۃ اللہ اور نائبِ حق کائنات پہ حکمرانی کرتا ہے۔ اب آپ خود خیال فرما سکتے ہیں کہ آج کل جو لوگ خلافت الٰہیہ کے دعوے دار بنے پھرتے ہیں ان کو اس منصبِ جلیلہ کا مستحق بننے کے لیے کس قدر تزکیہ نفس اور ریاضت و مجاہدہ، اذکار و مشاغل اور فنا و بقا کی منازل سے گزرنا پڑتا ہے حضرت سرمدؒ نے خوب کہا ہے ؎

سرمد غمِ عشق بوالہوس را نہ دہند

سوزِ دلِ پروانہ مگس را نہ دہند

عمرے باید تا یار آید بکنار

ایں دولتِ سرمد ہر کس را نہ دہند

ان دعوے داروں کو خوب اچھی طرح سمجھنا چاہیئے کہ جب تک فنا فی اللہ اور بقا باللہ کی منازل طے کر کے حدیث تخلقوا باخلاق اللہ (اللہ کی صفات سے متصف ہو جاؤ) اور حدیث بِیْ یَسْمَعُ اور بِیْ یَبْصِرُ (یعنی ولیٔ خدا اللہ کے کانوں سے سنتا ہے اور اللہ کی آنکھوں سے دیکھتا ہے) نیز حدیث اتقوا فراسۃ المومن انہ ینظر بنور اللہ (مومن کی باطنی نظر سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) کا مقام حاصل نہیں ہوتا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح مسجد نبویؐ میں کھڑے ہوئے ایران میں لڑنے والی فوج کی نقل و حرکت دیکھ کر یا ساریۃ الجبل کی ہدایات دینے کے قابل نہیں ہوتا، خلافت الٰہیہ اور نیابتِ حق کے منصبِ جلیلہ کا ہرگز ہرگز مستحق نہیں ہو سکتا۔ لیکن ان جھوٹے مدعیوں کا تو یہ حال ہے کہ کور چشمی اور کور باطنی کی وجہ سے وہ تزکیہ نفس اور مقامات فنا و بقا

Marfat.com

کرامات و تصرفاتِ اولیاء کے منکر ہیں اور پھر دعوے خلافتِ الٰہیہ کے کرتے ہیں یہ کیا بوالعجبی، خود فریبی اور مردم فریبی ہے۔ نظیریؔ نیشاپوری نے خوب کہا ہے ؎

تو بہ خویشتن چہ کردی کہ بما کنی نظیریؔ
بخدا کہ واجب آمد ز تو احتراز کردن

کمالِ عبدیّت منازلِ سلوک اور مقاماتِ اولیاء کی اس مختصر سی جھلک دیکھ لینے کے بعد قارئین کرام کو اب حضرت خواجہ خدا بخش رح کے کمالات اور بلند روحانی مقامات سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ آپ کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "سرِ دلبراں" میں بیان کردہ حالات سے صاف ظاہر ہے کہ ہمارے خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ یہ تمام منازل و مقامات طے کر کے آخری اور انتہائی مرتبہ یعنی بقا باللہ پر پہنچ چکے تھے اور مقامِ منصور کی خطرناک گھاٹیوں کو طے کر کے مقامِ عبدیّت پر فائز ہو چکے تھے جو خاصہ ہے حضرت محمد مصطفےٰ، احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا، جن کی عبودیت کی شان یہ تھی کہ فنا و بقا کے بلند ترین مقامات پر فائز ہونے کے باوجود آپ ساری ساری رات نوافل میں رو کر گزار دیتے تھے حتیٰ کہ آپ کے پاؤں مبارک پر کھڑے کھڑے ورم آجاتا تھا نیز جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سونا بیداری تھا ہمارے خواجہ صاحب رح بھی جب سوتے تھے تو نیند نہیں ہوتی تھی بلکہ بیداری اور ذکر اللہ میں مشغول ہوتے تھے حضرت خواجہ غلام فرید رح کے ملفوظات جو مقابیس المجالس یا اشارات فریدی کے نام سے موسوم ہیں اور پانچ جلدوں میں ہیں۔ راقم الحروف نے ان کا اردو میں ترجمہ کیا ہے اس کتاب میں حضرت خواجہ غلام فرید رح لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے والد ماجد حضرت خواجہ خدا بخش محبوب الٰہی رح اور حضرت خواجہ خدا بخش صاحب خیر پوری رح حضرت قبلہ عالم مہاروی کے عرس پر ایک ہی مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے سردی کا موسم تھا جب تہجد کا وقت آیا تو میرے والد نے پانی گرم کرایا اور وضو کر کے نماز میں مشغول ہو گئے۔ لیکن حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوری رح لحاف اوڑھ کر اسی طرح سوتے رہے

نماز سے فارغ ہو کر میرے والد بزرگوار ذکرِ جہری میں مشغول ہوئے اور جب ذکر سے فارغ ہوئے تو خواجہ خدا بخش رح کو بدستور سویا ہوا دیکھ کر حیران ہوئے کہ معمر آدمی ہیں لیکن اب تک سوئے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد جب صبح صادق ہوئی اور مؤذن نے اذان دی تب بھی خواجہ صاحب رح نہ اُٹھے جب صبح کی نماز کی جماعت کا وقت قریب آیا تو میرے والد ماجد نے حضرت خواجہ صاحب رح کے خادم سے کہا کہ اب تو فجر کی نماز فوت ہوتی ہے ان کو جگا دو۔ جونہی خادم نے آپ رح کے پاؤں کو پکڑ کر ہلایا آپ رح لحاف ہٹا کر اٹھ بیٹھے اور بستر سے نکلتے ہی صبح کی سنت پڑھنے لگے اب میرے والد کو معلوم ہوا کہ خواجہ خدا بخش صاحب رح ساری رات سوئے نہیں بلکہ مشغول رہے ہیں۔ یہ ہے کمال آپ رح کی مشغولی کا کہ سردی کی طویل رات ہے نرم و گرم بستر ہے لیکن ساری رات آپ رح جس وضو سے سوئے اسی وضو سے صبح کی نماز ادا کی۔

روایت ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری اور حضرت غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رح امام ابو حنیفہ اور دیگر اولیاء کرام نے چالیس چالیس برس تک عشاء کی نماز کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی نیز حضرت غوث الاعظم فرماتے ہیں کہ میں نے تیس برس تک ہر شب میں ایک ختم قرآن کیا۔ معلوم نہیں حضرت خواجہ خدا بخش علیہ رحمہ نے کتنے سال عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہو گی۔ کیوں کہ آپ کی ولایت کا کمال یہ تھا کہ آپ اپنی ہر چیز خفیہ رکھتے تھے اور عام آدمیوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔

حضرت خواجہ صاحب سے بے ادبی کی سزا

حضرت خواجہ غلام فرید رح نے مقابیس المجالس میں حضرت خواجہ خدا بخش رح کے کمالات میں سے ایک بات یہ بھی بتائی ہے کہ ایک دفعہ آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت حافظ محمد جمال رح کے فلاں خلیفہ سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں بھی آپ کو اپنی طرف سے خلافت

Marfat.com

دوں۔ انہوں نے رعونت سے جواب دیا کہ مجھے اپنے پیر کی طرف سے جو کچھ ملا ہے کافی ہے مجھے ایک پیر بھائی سے مزید کچھ لینے کی ضرورت نہیں ہے ان کا یہ جواب سن کر حضرت خدا بخشؒ صاحب رنجیدہ خاطر ہوئے اور چلے گئے۔ اسنے میں حضرت حافظؒ کے ایک اور خلیفہ قاضی عیلسے خانپوریؒ سے ملے خواجہ صاحب نے قاضی صاحبؒ سے وہی سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ زہے قسمت اگر آپ بھی مجھے خلافت عنایت فرما دیں تو میرے لئے مزید سعادت کا باعث ہوگا۔ آپ یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے اور ان کو اپنی طرف سے بھی خلافت عطا فرمائی۔ اس لئے آپ فرمایا کرتے تھے جو شخص قاضی عیلسے کے پاس خانپور جاتا ہے اُسے خیرپور آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور فلاں خلیفہ جنہوں نے خلافت قبول کرنے سے انکار کیا تھا اُن کا حشر یہ ہوا کہ ولایت سلب ہوگئی اور معاصی میں مبتلا ہو گئے خواجہ غلام فریدؒ فرماتے ہیں پہلے وہی مولوی صاحب امین مشہور تھے اور لوگوں کی کثرت سے آپ کے پاس امانتیں رکھی تھیں جب ولایت سلب ہوئی تو جو شخص اپنی امانت طلب کرنے آتا تھا وہ دینے سے انکار کر دیتے تھے۔ نیز انہوں نے رنڈیوں کا گانا سننا شروع کر دیا تھا کہ وہ کاروپیہ اپنے دانتوں میں رکھ کر گانے والی کو اشارہ کرتے تھے کہ روپیہ اپنے دانتوں میں پکڑ کر لے جائے۔

حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب حضرت حافظ محمد جمالؒ کا عرس قریب آتا تھا۔ تو پورے شہر کے حلوائی اس خیال سے کئی کئی من پتاشوں کا ذخیرہ کر رکھتے تھے کہ حضرت مولوی خدا بخش صاحب عرس پر آ رہے ہیں اور لوگ اس کثرت سے مرید ہوتے تھے کہ سارے شہر میں پتاشے ختم ہو جاتے تھے۔

کمال انکسار

حضرت مولانا عبید اللہ لکھتے ہیں ایک دفعہ ایک مجذوب کا ایک مرید حضرت خواجہ خدا بخش کی خدمت میں آ کر مرید ہو گیا۔ مجذوب نے کہلا بھیجا کہ آپ نے میرے مریدوں کو مرید بنانا شروع کر دیا ہے۔ آپ نے جواباً کہلا بھیجا کہ حضرت پیر آپ ہیں

Marfat.com

میں تو اسلام کا ادنیٰ خادم ہوں میں پیر بن کر بیعت نہیں کرتا بلکہ جو شخص مجھ سے اللہ اللہ پوچھتا ہے میں اُسے بتانا فرض سمجھتا ہوں۔ اس درجہ کا عجز و انکسار مقام بقا باللہ اور عبدیت کے بزرگوں سے ممکن ہو سکتا ہے۔ ایک دفعہ کسی مجلس میں ایک آدمی نے اپنے ایک دوست کو جس کا نام خدا بخش تھا نام لے کر پکارا تو حضرت خواجہ صاحب نے جی کہے جواب دیا۔ اس نے پھر پکارا تو آپ نے پھر جی کہا غرضیکہ جتنی بار اس نے خدا بخش کو آواز دی۔ آپ نے لبیک کہا باوجودیکہ آپ اچھی طرح جانتے تھے کہ کوئی شخص آپ کو خالی نام سے آواز نہیں دے گا۔ یہ اس وجہ سے تھا جیسے کہ سوال کا جواب دینا فرض ہے ایک دفعہ مسجد میں ایک بوڑھا آدمی ہائے بھوک ہائے بھوک کی آواز دے رہا تھا۔ اگرچہ جماعت ہونے والی تھی آپ فوراً اٹھے اور تمام ہمسایوں کے گھر تشریف لے گئے کہ کسی جگہ اس بوڑھے آدمی کے لئے بھات مل جائے۔ آخر کوشش کے بعد ایک گھر سے بھات مل گیا۔ اور آپ نے لا کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ ان تمام واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ مقام فنا فی اللہ سے گزر کر مقام بقا باللہ اور عبودیت تک پہنچ چکے تھے جو سلوک الی اللہ میں آخری مقام ہے۔

آخری عمر میں استغراق کی وجہ

اگرچہ استغراق اور محویت مقام فنا فی اللہ کا خاصہ ہے اور اصحاب بقا باللہ استغراق سے نکل کر مقام میں صحو اور ہوشیاری میں آجاتے ہیں اور استغراق و محویت ان کے لئے معیوب ہوتا ہے کیوں کہ یہ نقصِ حال پر دلالت کرتا ہے لیکن حضرت خواجہ صاحبؒ کی زندگی کے بعض واقعات سے پایا جاتا ہے کہ ان انتہائی بلند مراتب کے باوجود آخری عمر میں آپ پر استغراق غالب ہو گیا تھا۔ جو اکثر کمزوری اور نقصِ حال کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ ہوتا یہ ہے کہ جب مشائخ عظام خلفاء مقرر کر کے ان کو ہدایت خلق کا کام سپرد کر دیتے ہیں تو عمر کے آخری لمحات میں جان بوجھ کر استغراق میں چلے جاتے ہیں۔ ذاتِ حق کے ساتھ ایک ہو جاتے ہیں اور دوئی کا نام نہیں رہتا۔ اس مقام کو فردانیت یا تفرید کے مقام سے موسوم کیا جاتا ہے جو بلند ترین مقام ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین

Marfat.com

اجمیری قدس سرہٗ بھی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار قدس سرہٗ کو خلافت دے کر عمر کے آخری چند سالوں میں استغراق میں چلے گئے تھے۔ یہ مقام تفرید ہے فرد ہونا بڑی بات ہے مقام تفرید مقام تجرید سے بھی بلند ہے۔ تجرید کا مطلب ہے خلق سے علیحدہ ہونا اور تفرید سے مراد ہے اپنے آپ سے علیحدہ ہونا۔ اور ذات احدیت کے ساتھ ایک ہو کر لاتعین میں چلے جانا۔

ذوقِ سخن

حضرت خواجہ صاحبؒ کے ذوق سخن کا یہ عالم تھا کہ کتاب سرِ دلبران میں آپ جابجا اشعار سے بات کرتے ہیں۔ جس مضمون پر آپ بات کرنا چاہتے ہیں۔ فوراً اسی مضمون کا شعر پڑھ دیتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو فارسی شعراء کا بہت کلام یاد تھا ان میں مولانا ئے رومؒ، مولانا جامی، سعدی شیرازیؒ، خواجہ حافظؒ شامل ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کو ہندی اشعار بھی کثرت سے یاد تھے۔

ذوقِ سماع

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب کو سماع سے انکار تھا لیکن ہمارے لئے آپ کے خلیفہ اوّل و اعظم حضرت مولانا علیہ اللہؒ جامع ملفوظات کی شہادت کافی ہے۔ آپ کی کتاب سرِ دلبراں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ سماع بالمزامیر کے منکر نہیں تھے۔ بلکہ کبھی کبھی سن لیتے تھے البتہ یہ بات ضرور ہے کہ سماع میں آپ کو غلو نہیں تھا اس کی وجہ کمال اتقا تھا۔ اب آپ خیال کریں گے کہ سماع کا سننا اتقا کے خلاف ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں کسی جگہ سماع صوفیہ کی ممانعت نہیں آئی۔ صرف اس گانے کی ممانعت آئی ہے جو حرام ہے یعنی کلام بھی غیر شرع ہو۔ گانے والی رنڈیاں ہوں اور مجلس سماع میں غیر شرع امور کا ارتکاب ہوتا ہو۔ اس لئے جب صلحائے امت نے اس قسم کی احادیث دیکھیں تو کمال احتیاط کی وجہ سے انہوں نے ہر قسم کا گانا ترک کر دیا جس طرح ایک دفعہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک بال بھی خشک رہ جائے تو غسل جنابت صحیح نہیں ہوتا۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنا سر منڈوا دیا حالانکہ ہم سب

Marfat.com

جانتے ہیں کہ سر پہ بالوں کے باوجود بھی صحیح غسل ہو سکتا ہے یہ کمال احتیاط کا پہلو تھا اس طرح جب قرآن حکیم کی یہ آیت نازل ہوئی کہ اے لوگو اپنی آواز کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے زیادہ بلند نہ کرو تو صدیق اکبرؓ کمال احتیاط سے منہ میں کنکریاں رکھ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ حالانکہ کنکریوں کے بغیر بھی آواز کو نیچے رکھا جا سکتا تھا۔ چنانچہ غیر شرع گانے کے متعلق جب صلحائے امت نے چند احادیث دیکھیں تو انہوں نے کمال احتیاط سے ہر قسم کا گانا سننا ترک کر دیا۔ حالانکہ صحیح قسم کے گانے جن میں خدا تعالیٰ اور رسول صلعم کی حمد و نعت ہو ممنوع نہیں بلکہ ہر فرقہ کے نزدیک محمود ہیں اور کثرت سے آیاتِ قرآنی اور احادیث موجود ہیں۔ جن کی روشنی میں سماع بالمزامیر یعنی آلات کے ساتھ جائز ہے اس سلسلہ میں احقر راقم الحروف کی کتاب "مقام گنجشکر" اور مقدمہ مقابیس المجالس ملاحظہ ہو جس میں آیات و احادیث اور صحابہ کرام، ائمہ مجتہدین محدثین کے اقوال اور اعمال سے ثابت کیا ہے کہ سماع بالمزامیر جائز ہے نیز مشائخ چشتیہ کے علاوہ مشائخ قادریہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ کے اقوال اور واقعات زندگی سے سماع کا جواز ثابت کیا ہے۔

وحدت الوجود حضرت خواجہ صاحبؒ کی کتاب توفیقیہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ توحید وجودی کے قائل تھے۔

اور اس کے ثبوت میں آپ نے آیات و احادیث نقل فرمائی ہیں نیز عقلی دلائل سے بھی وحدت الوجود ثابت فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وجود ایک ہے جو وجود باری تعالیٰ ہے باقی تمام موجودات کا وجود ظلی اعتباری اور اضافی ہے آپ فرماتے ہیں کہ اگر موجود کا وجود ذات باری تعالیٰ سے الگ تصور کیا جائے تو غلط ہے کیونکہ اس صورت میں مادہ کو قدیم

Marfat.com

ماننا پڑتا ہے جو کفر ہے۔ اگر مادہ کو حادث اور مخلوق قرار دیا جائے جیسا کہ متکلمین حضرات کا مؤقف ہے تو پھر بھی وحدتِ وجود سے چارہ نہیں کیونکہ اس صورت میں مخلوق خالق کی صفت تخلیق کا مظہر ہوگی اور صفت و موصوف میں مغائرت محال ہے۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانیؒ کے نزدیک وحدت الشہود حق ہے اور وحدت الوجود باطل۔ لیکن ان لوگوں کا یہ کہنا لاعلمی اور سطح نظری پر مبنی ہے کیونکہ مکتوبات امام ربّانیؒ میں کثرت سے ایسے اقوال پائے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی اصل ایک ہے اور ان کے درمیان جو نزاع پایا جاتا ہے وہ محض نزاع لفظی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنے رسالہ مدنیہ میں اور شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اپنی کتاب عبقات میں بھی یہی لکھا ہے کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے درمیان نزاع لفظی ہے نہ کہ حقیقی۔ اس لئے ہمارے خواجہ صاحب علیہ رحمۃ کا مؤقف ان حضرات کے اقوال سے بھی ثابت ہوتا ہے جو شہودی مشہود ہیں۔

حضرت مولانا عبید اللہ ملتانیؒ

حضرت مولانا عبید اللہ ملتانی کا خاندان پشت بہ پشت علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ چلا آرہا ہے۔ آپؒ حضرت خواجہ خدابخش قدس سرہٗ کے خلیفہ اوّل و اعظم ہیں۔ آپ نے ابتدائی علوم اپنے والد ماجد حضرت مولوی قدرت اللہؒ سے حاصل کئے۔ سقوطِ ملتان کے بعد آپ احمد پور شرقیہ چلے گئے اور حضرت قاضی محمدؐ عاقل قدس سرہٗ کے خلیفہ حضرت مولانا مولوی گل محمد احمد پوریؒ سے

Marfat.com

مزید علوم حاصل کئے۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ خدا بخشؒ اتفاق سے احمد پور تشریف لائے تو مولانا عبید اللہؒ ان کے مرید ہو کر آپ کے ساتھ خیر پور چلے گئے اور مزید علوم مثل حساب، ہیئت، تصوّف علمِ فرائض وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ نیز باطنی تربیت حاصل کر کے مرتبۂ کمال کو پہنچے۔ اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحب کو آپ سے بہت محبّت تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مولوی عبید اللہؒ میری جان ہے۔ آپ نے مختلف علوم پر متعدد رسالہ جات لکھے ہیں۔ آپ کے فیضِ تربیت سے بلشتر علماء و عوام بہرہ مند ہوئے لیکن آپ کسی کو بیعت پر مجبور نہیں کرتے تھے بلکہ ہر شخص کی مرضی پر چھوڑ دیتے تھے۔ آپ کے کرامات مشہور ہیں آپ کی وفات بروز جمعہ چھ جمادی الاوّل ۱۳۰۵ھ کو ہوئی۔ آپ کے جنازہ پر اس قدر مخلوق جمع تھی کہ حد و حساب سے باہر ہے۔ مدفن آپ کا ملتان شریف میں زیارت گاہِ خلائق ہے۔

خلاصہ خلاصہ کلام آنکہ ہم نے جسقدر حضرت خواجہ صاحبؒ کے متعلق لکھا ہے اور جو کچھ حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنے ملفوظات میں فرمایا ہے۔ اس کا مدعا اور مقصد یہ ہے کہ ان کے نام لیوا اور اُن سے محبّت رکھنے والے اُن کا مسلک اپنائیں اور ان کی طرح بلند روحانی منازل و مقام طے کرنے کی کوشش کریں۔ ہم صرف خالی صوفی اور صوفیاء کرام کے مداح نہ بنیں بلکہ حال کے میدان میں بھی قدم رکھ کر دیکھیں کہ کس قدر عظیم الشان دنیا ہے۔ اولیاء کرام کا قول ہے کہ دنیا میں سب سے آسان ترین کام خدا تعالےٰ تک پہنچنا ہے۔ اس وجہ سے کہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری طرف ایک بالشت آگے آتا ہے میں اس کی طرف دو بالشت آگے بڑھتا ہوں۔ جو شخص میری طرف ایک ہاتھ آگے آتا ہے میں اس کی طرف دو ہاتھ آگے جاتا ہوں اور

Marfat.com

جو شخص میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔ اب آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ جب حق تعالےٰ کی ذات و بابرکات اس قدر کریم و رحیم ہے کہ آپ سے بھی زیادہ آپ کو ملنے کی مشتاق ہے تو پھر ہمارا سر پھرا ہے کہ ہم اس کے قرب و معرفت کے حصول کی کوشش نہ کریں۔ حضرت غوث الاعظمؒ نے وہ الہامات جمع کئے ہیں جو حق تعالےٰ کی طرف سے اُن کو ہوئے۔ پہلا الہام یہ ہے کہ اے غوثِ عظمؒ بہترین طالب میں ہوں اور بہترین مطلوب انسان ہے۔ خود خواجہ صاحبؒ نے اسی کتاب سرِ دلبران میں کسی بزرگ کا ایک شعر نقل فرمایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے:

کہ حق تعالےٰ تم پر تم سے زیادہ عاشق ہے۔ جب یہ حال ہے تو ہمارے لئے مقام تشکر ہے کہ اس قدر عظیم الشان اور جلیل القدر آقا اور احکم الحاکمین کو ہم سے محبّت ہے اور ہمارے قرب و وصال کی خواہش مند ہے۔ ہائے افسوس وائے افسوس اگر ہم ایسے مشفق محبوب کو چھوڑ کر دنیائے دون کو اپنا محبوب بنائیں تو کس قدر نادانی، اور بدنصیبی ہوگی۔

وما علینا الا البلاغ المبین۔

۲۰ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

احقر العباد۔ اضعف

(کپتان) واحد بخش سیال۔ باغ ماہی

بہاولپور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحمدُ لِلّٰہ الَّذِیْ خرق علینا الاسباب و اظہرلنا باب الابواب و غلق علینا ابواب الخلق و فتح لنا بابہ بعد الفلق و نجانا عن التصنع و الملق ففرج کربانتا و انقذنا عن الاضطراب والقلق و اخرجنا عن غیاھب شھوات الفرج و الحلق شعر؎

اذا مسّنی کربٌ یُفرّجُ کُربتی - وَ ینصُرُنِی رَبِّیْ ویرحم غربتی و ھو رب العٰلمین الذی خلقنی ثم یحیین والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین والصلوٰۃ و السلام علی سید الانبیاء والمرسلین الذی لولاہ لما خُلقتِ الافلاک و لما سجدۃ دم الاملاک و لما ظہرت الربوبیۃ و لما بُرِزت الحُبُّ و المحبوبیۃ و علی آلہ و اصحابہ من الانبیاء و المرسلین و الصدیقین و الشہداء و الصالحین نجوم الاسلام و مصابیح الظلام ؎

فَاِنَّہٗ شمسُ فضلٍ ھم کواکبھا ‏ ‏ ‏ یظھِرنَ انوارَ ھا لِلناس فِی الظُّلَم

ترجمہ کائنات میں جس قدر صفات کمال موجود ہیں ان سب کی ستائش کے مستحق حق تعالےٰ ہیں جنہوں نے تمام اسباب دنیا مہیا فرماتے اور ہمارے لیے اپنی طرف کے دروازے کھول دیئے اور خلق کے دروازے بند کر دیئے اور ہمیں ہر قسم کی تصنع اور خوشامد خلق سے آزاد کر دیا جس نے ہماری بے قراری کا علاج فرمایا اور اضطراب قلب سے نجات دی جس نے ہمیں غلبۂ شہوت و خواہشات نفس سے محفوظ رکھا۔ شعر۔ جب مجھ پر مصائب کا نزول ہوتا ہے تو میری مصیبت دور ہو جاتی ہے۔ یعنی ترقی درجات میسر آتی ہے۔ یا الٰہی مجھ پر رحم فرما اور میری غریب الوطنی کو ختم کر یعنی ہجر کو وصل میں تبدیل کر دے۔ وہی تمام جہانوں کا رب ہے جس نے مجھے پیدا کیا اور اسی

Marfat.com

سے میں اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں۔ قیامت کے دن، اور درود اور سلام ہو سید الانبیاء والمرسلین پر کہ جنکا وجود نہ ہوتا تو کائنات کا وجود نہ ہوتا اور نہ ہی ملائک حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرتے نہ حق تعالےٰ کی شان ربوبیّت کا اظہار ہوتا اور نہ عاشقی اور محبوبیت کا ظہور ہوتا۔ درود اور اسلام ہو اس کی آل پر اور اصحاب پر، دیگر انبیاء علیہم اسلام پر، صدیقین پر، شہداء پر اور صالحین پر جو اسلام کے ستارے اور تاریکیوں کے اجالے ہیں۔ شعر پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثال آفتاب کی ہے اور صحابہ کرام کی مثال ستاروں کی ہے۔ جو اپنے نورِ ہدایت سے تاریکیوں میں مشعل راہ کا کام دیتے ہیں۔

تمہید

ان چند اوراق میں بیان کئے جاتے ہیں وہ روائح طیّبہ (پاک خوشبوئیں) نوافح جیّدہ (عمدہ خوشبوئیں)۔ لوامع نیّرہ (چمکدار شعائیں)۔ جوامع منتخبہ (منتخب شدہ کلمات)۔ فوائد منتخبہ (حقیقی افادات) بوارق مقتبسہ وشوارق ملتمسہ (انوار حقائق، معارف ولمعات)۔ فتوحات کرامت نثار (فیوض وبرکات)۔ نفحات ہدایت آثار (ہدایات کے خوشبودار جھونکے)۔ رشحات عرفان امطار (اقوال معرفت کی بارش)۔ ولمحات تنویرالابصار (آنکھوں کو منور کرنے والی روشنی)۔ جو میں نے سنے، دیکھے اور حاصل کئے اُس مظہرِ نور جمال الٰہی (نورِ جمال الٰہی کے مظہر)۔ فخرِ نظام تجلیات کلیم اللّٰہی (نظام تجلیات کلیمی کے فخر)۔ مصدر تجلیات نامتناہی (لاانتہا تجلیات کے منبع) مجمع اخلاق مسکینی وشاہی (اخلاق غریبی وشاہی کے جامع)۔ منبع فیوضات سبحانی (حق تعالےٰ کے فیوض کے منبع)۔ مورد تفصیلات ربانی (رب العلمین کے فضل وکرم کے درود کی جگہ) معاذ وماوائے ضعفاء (کمزوروں کے ملجا) مُربّی الغربا (غریبوں کے ماویٰ)۔ اتقی الاتقیا (متقیوں کے متقی)۔ اعلم العلماء (سب سے بڑے فاضل)۔ رئیس العارفین (عارفین کے سردار)۔ سلطان الزاہدین (زاہدین کے بادشاہ)۔ محب المساکین (مساکین سے محبت کرنے والے) محبوب رب العلمین (رب العلمین کے محبوب)۔ مرغوب العارفین

(عارفوں کے محبوب) ۔ مقصود العاشقین (عاشقوں کے مطلوب) ۔ مطلوب متورعین ۔ (نیکوں کے مقصود) ۔ مراد المریدین (مریدوں کے محبوب) ۔ معدن حق الیقین، (حق الیقین کا خزانہ) معشوق اللہ فی الارضین (کائنات میں اللہ کے محبوب) شیخ الاسلام والمسلمین (اسلام اور مسلمانوں کے آکابر) ۔ غوث الخلائق (خلق خدا کے فریاد رس) ۔ قطب الطرائق (سلاسل کے راہنما) قطاع العلائق (دنیاوی علائق کے توڑنے والے) جماع الحقائق (حقائق کے جامع) ۔ رونق الوثائق ( )

جامع العلوم والمعارف (علوم و معارف کے جامع) ۔ قاطع البدع والمعازف (بدعت وگمراہی کے مٹانے والے) ۔ نافع الوضیع والشریف (ہر خاص عام کے معاون) ابوالفرح للقوی والضعیف (امیر و غریب کے حامی) ۔ برہان الشریعت (شریعت کی دلیل) شمس الطریقت (طریقت کے آفتاب) ۔ بحر المعرفت والحقیقت (معرفت و حقیقت کے دریا) مسکین نواز (مسکینوں کو پالنے والے) ۔ محبت طراز ( )

فانی فی المحبوب (فانی فی اللہ) ۔ باقی بالمطلوب (باقی باللہ) ۔ ملاذ و ملجائے ہر صاحب عجز و ناتوانی (ہر عاجز و کمزور کے ملجا و ماویٰ) بظاہر حاوی مدارج فقر و بباطن جامع مراتب سلطانی (ظاہر میں فقیر باطن میں بادشاہ) موسس اساس مسکنت و تضعف برائے اظہار الطاف رحمانی (غریبی و مسکینی کی بنیادیں قائم کرنے والے اور اللہ کے فیوض ظاہر کرنے والے) المتادب بآداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم (نبی علیہ السلام کے آداب سے مودب) ۔ قبلۃ المسترشدین اعنی المساکین، (مریدین مساکین کے قبلہ) ۔ ابوالحسن خرقانی ثانی (ابوالحسن خرقانی ثانی) المولوی خدا بخش الملتانی نور اللہ مرقدہ، برد مضجعہ، (حضرت مولانا مولوی خدا بخش ملتانی خدا ان کی قبر کو روشن کرے)

مثنوی

شرح کردن رمزے از انعام او ۔۔۔ ذا جب آمد چونکہ آمد نام او

گرچہ عاجز آمد ایں عقل ازبیان　　عاجزانہ جنبشے باید دراں !

(جب تیرا نام آیا تو تیرے عطا کردہ انعامات کا بھی تھوڑا سا ذکر کر دینا ضروری ہے اگر میری عقل اس کے بیان سے عاجز ہے پھر بھی ایک عاجزانہ عرض داشت ہی سہی)

مثنوی

۱۔ اِنَّ شَیْئًا کُلَّہٗ لَا یُدْرَکُ　　فَاعْلَمُوا اَنْ کُلَّہٗ لَا یُتْرَکُ

۲۔ من بگویم وصفِ تو تا رہ برند　　پیش ازاں موت آں حسرت برند

۳۔ نورِ حقی و بحق جذاب جان　　خلق در ظلمات اند وہم گماں

۴۔ گر نبودے خلق محجوب و کشف　　در نبودے خلقہائے تنگ و ضعیف

۵۔ در مدیحت داد معنے دادمے　　غیر ایں منطق لبے نکشادمے

۶۔ مدح و تعریف است تخریق حجاب　　فارغ است از مدح و تعریف آفتاب

۷۔ کل شیئٍ قالہٗ غیر المضیق　　اِنْ تکلّفَ اَوْ تعلّفَ لا یلیق

۸۔ باز گویم شمۂ زاں حالہا　　لیک بہر حق صحبت سالہا

۹۔ تا زمین و آسماں خنداں شود　　عقل و روح و دیدہ صد چنداں شود

۱۰۔ مدح تو حیف است در زندانیاں　　مے کنم در مجمع روحانیاں

۱۱۔ مادح خورشید مداح خود است　　کہ دو چشمم روشن و نامُرمد است

۱۲۔ دم خورشید جہان دم خود است　　کہ چشم کور و تاریک و بد است

۱۳۔ پس خوش آں باشد کہ سر دلبراں　　گفتہ آید در حدیث دیگراں

۱۴۔ پس تو اینجا مدح یار نگار !　　در مضامین قصصہا گو شدار

ترجمہ (۱) بلاشبہ ہر چیز کا ادراک نہیں کیا جا سکتا۔ پس جان لو کہ اس کے باوجود ہر چیز کو ترک نہیں کیا جا سکتا۔ (۲) میں تیرا وصف بیان کرتا ہوں تاکہ لوگ

ہدایت حاصل کریں اور موت سے پہلے حسرت سے بچ جائیں (۳) تو حق تعالیٰ کا نور ہے اور حق تعالےٰ سے واصل ہے جبکہ باقی خلق اندھیرے اور وہم و گمان کی شکار ہے۔
(۴) اگر دنیا میں کثیف و لطیف اور تنگ و ضعیف کا وجود نہ ہوتا (۵) ہم تیری مدح و ثنا کی داد دیتے اور لب کشائی کرتے (۶) مدح اور تعریف پردوں کا اٹھانا ہے لیکن آفتاب مدح و تعریف کا محتاج نہیں (۷) ہر وہ چیز جو بیان کی گئی دقیق نہ رہی۔
(۸) میں تم کو اس کے حال کا ایک ذرہ بیان کرتا ہوں لیکن اس کے لیے کئی سالوں کی صحبت درکار ہے (۹) تاکہ عقل، روح، اور آنکھیں آسمان اور زمین سوگنا روشن ہو جائیں (۱۰) تیری تعریف قیدیوں کے سامنے نہیں بلکہ ارباب روحانیت کے سامنے بیان ہو سکتی ہے۔ (۱۱) آفتاب اپنی مدحت خود کرنے والا ہے جس سے میری دو آنکھیں روشن ہیں (۱۲) آفتاب کی مذمت کرنا اپنی مذمت کرنا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذمت کرنے والا اندھا ہے (۱۳) بہترین بات یہ ہے کہ محبوبوں کی تعریف غیروں کی زبان سے ادا ہو (۱۴) پس اب میرے بیان کردہ قصوں میں دوست کی تعریف سن۔

قال اللّٰہُ تعالیٰ وکلًّا نقصّ علیکَ من انباء الرسل ما نثبتُ بہٖ فوادکَ

(فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہم بیان کرتے ہیں ہر چیز آپ سے انبیاء کے حالات سے کہ جس کے ذریعے ہم آپ کے دل کو مضبوط کرتے ہیں۔

وَقَالَ سَیِّدَ الطائفۃِ ابو القاسِمَ الجنید البغدادی رضی اللہ عنہٗ حکایات المشائخ جُندٌ مِن جند اللہ عزّ وجلّ یعنی لِلقلوبِ

اور فرمایا سید الطائفہ حضرت ابوالقاسم جنید بغدادی رضؓ نے کہ مشائخ عظام کے قصے اللہ تعالےٰ کی فوجوں میں سے ایک فوج ہے یعنی قلوب کے لیے (جس سے قلوب کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔)

Marfat.com

مثنوی

۱۔	چوں خدا اندر نیاید در عیاں	نائبِ حق‌اند ایں پیغمبراں
۲۔	نے غلط گفتم کہ نائب یا منوب	گر دو پنداری قبیح آید نہ خوب
۳۔	دہ چراغ ار حاضر آید در مکان	ہر یکے باشد بصورت غیر آں
۴۔	فرق نتواں کرد نورِ ہر یکے	چوں بنورش روئے آری بیشکے
۵۔	اطلب المعنٰی من الفرقان قل	لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُل

(۱) چونکہ حق تعالیٰ ظاہر بین نظر نہیں آتے اللہ کے نائب کے طور پر پیغمبر علیہم السلام ظاہر ہوتے ہیں۔

(۲) نہیں نہیں میں نے غلط کہہ دیا کہ نائب اور اصل کہہ دیا کیونکہ ان کو دو سمجھنا غلط ہے دونوں ایک ہیں۔

(۳) تم ایک مکان میں دس چراغ رکھ دو۔ ان میں سے ہر چراغ دوسرے سے الگ نظر آتا ہے لیکن؛

(۴) ان کے نور میں کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا خواہ تو جتنی کوشش کرے۔

(۵) اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے قرآن حکیم کو دیکھو جہاں یہ فرمایا گیا ہے پیغمبروں کے درمیان فرق نہیں کرنا چاہیئے یعنی پیغمبر خدا سے جدا نہیں بلکہ ایک ہی نور ہے۔

عادات و خصائل

حضرت خواجہ خدا بخش قدس سرہ کی عادت یہ تھی کہ کسی کو افعل لا تفعل یعنی یہ کام کرو اور یہ نہ کرو کا حکم نہیں دیتے تھے بلکہ جو کچھ فرمانا چاہتے تھے حکایات اشعار اور ارشادات میں کہہ دیتے تھے نہ کہ صریحی آیات و احادیث کا حوالہ دے کر۔ اس وجہ سے کہ اگر جہالت کی وجہ سے کوئی شخص انکار کر بیٹھے تو کافر نہ ہو جائے۔ تاہم خاص و عام کو اپنا اپنا نصیب ملتا تھا۔

Marfat.com

جو حضرات اخص (یعنی خاص الخاص) ہوتے تھے انکو قال کی بجائے حال سے حصہ ملتا تھا جیسا کہ عارف رومیؒ نے فرمایا ہے ع

پندِ فعلی خلق را جذّاب تر

عملی نصیحت یعنی حال کی تعلیم خلق کے لیے زیادہ موثر ہوتی ہے۔

آپ نے اپنے اوقات کو طالبان راہ حقیقت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ آپ ہر شخص کے مناسب حال حکایات اور اشعار کے ذریعے اس کو نصیحت کرتے تھے۔ جب فارغ ہوتے تھے تو اوراد و وظائف میں مشغول ہو جاتے تھے۔ جب آپ گفتگو فرماتے تھے تو لوگ خاموش بیٹھے رہتے تھے۔ آپ انجمن[1] میں خلوۃ کا مزہ لیتے تھے۔ (یعنی دست بہ کار دل بہ یار)

جب کوئی حاجت مند آتا تو آپ کبھی اس سے یہ نہیں کہتے تھے کہ بیٹھ جاؤ۔ اوراد و وظائف سے فارغ ہو کر تمہارا کام کروں گا۔ بلکہ آپ ہر وقت طالبان کے لیے حاضر رہتے تھے۔ نیز آپ اپنے تن کے لیے کبھی مکلف لباس نہیں بنواتے تھے اور خوراک میں بھی تکلف نہیں کرتے تھے آپ نے اپنے نفس کے لیے کبھی کوئی دوائی تیار نہ کرائی، سردی کی موسم میں آپ ادنی کپڑے تیار نہیں کراتے تھے اور نہ ہی آگ کا انتظام کرتے تھے۔ میں نے توحید حالی[2] آپ کے سوا کسی کے اندر نہیں دیکھی جب کوئی شخص کسی درد یا تکلیف میں مبتلا ہوتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت اقدس خود اس درد میں مبتلا ہیں یا جب کسی کو آرام پہنچ جاتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو آرام پہنچا ہے۔ غرضیکہ آپ کی حالت یہ تھی کہ گویا سارا جہان آپ کے اجزا ہیں۔ نیز ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تمام اولیا۔ اور صالحین کے احوال آپ میں جمع ہیں اور آپ کو دیکھنے سے تمام جھوٹے مدعیان کے دعوے ٹھنڈے پڑ جاتے تھے۔ کیونکہ آپ آئینہ (حق نما) تھے۔ آئینہ میں ہر شخص کو اپنا حال نظر آجاتا ہے پس وہ

---

[1] یاد رہے کہ خلوت در انجمن ایک مستقل مضمون ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ کاملین لوگوں کے ہجوم میں بھی قرب و وصل الہی میں ہوتے ہیں (ع)

[2] توحید کی کئی اقسام ہیں۔ توحید ذاتی، توحید صفاتی، توحید حالی، توحید ذاتی یہ ہے کہ ذات حق کے سوا کسی چیز کا وجود نہ رہے توحید صفاتی یہ ہے کہ اللہ تعالے کی صفات میں فنا حاصل ہو جائے اور مقام بی یسمع و بی یبصر حاصل ہو جائے توحید افعالی یہ ہے کہ دنیا میں جو کام ہو رہے ہیں سب کا فاعل اللہ کو جانے توحید حالی یہ ہے کہ ایسا حال نصیب ہو کہ دنیا میں جس کسی کو کوئی رنج یا خوشی پہنچے تو سالک وہی رنج و خوشی محسوس کرے

Marfat.com

جھوٹے دعوے چھوڑ دیتے تھے حضرت اقدس کا وجود سراپا کرامت تھا اور لا اذکر منک الا الجمیل و لم ار منک الا التفضیل (تمہارے ذکر خیر میں جمال اور تمہارے مشاہدہ میں سوائے تفضیل یعنی کرامت کے کچھ نظر نہیں آتا) یہ مقولہ آپ پوری طرح صادق آتا تھا۔ آپ مرآت عالم تھے (یعنی موجودات کے آئینوں میں ذاتِ حق اور جمالِ حق کا مشاہدہ کرتے تھے اور یہ جہان آپ کے لیے آئینہ حق نما تھا۔ جیسا کہ آپ نے اپنی کتاب توفیقیہ شریف میں فرمایا ہے کہ عارف کامل جس جگہ نظر ڈالتا ہے۔ ذاتِ حق کو اس صورت میں متجلی دیکھتا ہے لہٰذا ذاتِ حق سے ہرگز غافل نہیں ہوتا۔

توفیقیہ حضرت اقدس کا حال ہے

توفیقیہ کیا ہے حضرت اقدس کا حال ہے نہ کہ قال جس شخص نے حضرت اقدس کو دیکھا ہے وہ جانتا ہے کہ توفیقیہ آپ کا حال ہے نیز حضرت اقدس کو سماع کے الحانات (یعنی سریلی آوازوں) کی ضرورت نہ تھی کیونکہ سماع کے بغیر بھی الحانات آپ کے ذوق میں تھے جب آپ سماع سنتے تھے تو احباب کی موافقت میں اور ان کی تالیف قلبی کے لیے سنتے تھے۔ آپ کبھی کسی نے سکر اور وجد کی حالت میں نہیں دیکھا تھا[2] کسی نے خوب کہا ہے ؎

مِنْ کُلِّ معنی لطیفٍ اِمتلی قدحا   وَ کُلُّ ناطقةٍ فی الکون تَطرُبُنِی

ہر لطیف معنی لبریز پیالہ ہے اور ہر بولنے والی چیز اس کو خوش کرتی ہے۔

یہ حضرت اقدس پہ صادق آتا ہے۔

بدخوئی کا بدلہ خوش خلقی

جب کوئی شخص آپ سے بدخوئی اور بے ادبی سے پیش آتا اور غصے ہوتا تو اگرچہ اس کا غصہ کم فہمی سے ہوتا حضرت اقدس اس کے ساتھ اس قدر لطف و کرم سے پیش آتے کہ کسی دوست

؏[2] وجد و حال ان لوگوں پر طاری ہوتا ہے جو مغلوب الحال ہوں لیکن جو حضرات عالی ظرف کے مالک ہوتے ہیں وہ مغلوب ہونے کی بجائے ہمیشہ غالب الحال رہتے ہیں۔ عرفا کے نزدیک وجد و حال میں آنا بھی کمزوری ہے۔

Marfat.com

سے بھی کسی نے اس قدر مہربانی نہ کی ہوگی آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

ہر کہ مارا رنجہ دارد راحتش بسیار باد   کہ ہر مارا دوست نبود ایزد اورا یار باد

ہر کہ اندر راہ من خارے نہد از دشمنی   ہر گلے کز باغ عمرش بشگفد بے خار باد

جو شخص ہمیں رنج پہنچاتا ہے خدا اُسے راحت دے جو شخص ہمارے ساتھ دشمنی کرتا ہے خدا اس کا دوست ہو۔ جو شخص میرے راستے میں کانٹے بچھاتا ہے خدا کرے اس کی زندگی کا ہر پھول بغیر خار کے ہو۔

آپ رسول خدا صلعم کے خلق پر تھے

حضرت اقدس۔ لوگوں کے ساتھ اس قدر احسان کرتے تھے کہ اکثر ناقدر شناس آپ کے منکر ہو جاتے تھے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعرابیوں پر احسان فرماتے تھے تو وہ لوگ دلیر ہو کر یہ مطالبہ کرتے تھے کہ ہمارے اور اور لوگوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کریں۔ حاصل کلام یہ کہ حضرت خواجہ صاحبؒ، حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کا نمونہ تھے آپ غربت اور غریبوں کو دوست رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن میرے استاد نے میری کتاب پر لکھ دیا کہ

" ایں کتاب حق و ملک مسکین خدا بخش

یہ کتاب ملکیہ مسکین خدا بخش ہے

آپ فرماتے ہیں یہ دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی (کیونکہ انہوں نے مجھے مسکین کہہ دیا تھا) آپ زبان حال سے کہا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْناً وَ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنا و احشرنی فی زمرة المساکین (یا اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ مسکین مار اور مساکین کے ٹولے میں قیامت کے دن مجھے اٹھا)[1]

---

[1] اور یہی دعا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مانگا کرتے تھے۔

Marfat.com

کثرتِ درس وتدریس

آپ علوم اسلامیہ کا درس دیا کرتے تھے اور آپ نے اس کثرت سے لوگوں کو علم دین تعلیم فرمایا کہ ایک جہان آپ سے بہرہ ور ہوا اور اس علاقے میں شاید ہی کوئی عالم ہو جس نے حضرت اقدس سے بلاواسطہ یا بالواسطہ علم حاصل نہ کیا ہو۔ جب ضعیفی کی وجہ سے درس دینے سے معذور ہو گئے تو اذکار و مشاغل سے فراغت کے بعد آپ اپنی کتاب توفیقیہ لکھتے تھے اور علمائے ظاہر اور باطن کے کلام میں جو فرق ہوتا ہے اس کی توفیقیہ کی عبارات میں وضاحت فرماتے تھے اور ملنے والوں سے توفیقیہ لکھوا کر لوگوں کے پاس بھیجتے تھے چنانچہ توفیقیہ پڑھ کر بعض لوگ اپنے مقصد کو پہنچ جاتے تھے، بعض کتاب پڑھ کر اولیائے کرام پر اعتراض کرنے سے باز آجاتے تھے اور کچھ لوگ اس سے محروم رہ کر تفرقہ اور گمراہی میں رہ جاتے تھے جیسا کہ حق تعالیٰ نے قرآن حکیم کے متعلق فرمایا ہے یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا قرآن سے اکثر لوگ راہ ہدایت پاتے ہیں اور اکثر گمراہ ہو جاتے ہیں [۱]

آخر عمر میں جب آپ کی قوتِ گویائی جواب دے گئی اور علمائے ظاہر اور عام لوگ آپ کی صحبت سے محروم ہو گئے تو ان لوگوں کو جو آپ کے پاس رہتے تھے آپ فرماتے تھے کہ لوگوں کے حالات سے آپ کو آگاہ کریں تاکہ اس طریقے سے ان کے حالات سن کر آپ ان کی مشکلات دور کر سکیں یعنی بذریعہ دعا وغیرہ۔ اس وقت آپ کی زبان پر یہ شعر ہوتا تھا

عالم بخیالے خوش و والہ بجنون — كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ [۲]

لوگ اپنے خیالات میں خوش ہیں اور مجنون اپنے جنون میں خوش ہے

غلبۂ استغراق

آخر عمر میں آپ اپنے حال میں اس قدر مستغرق رہتے تھے کہ لوگ کم فہمی سے اُسے نیند یا غشی سے تعبیر کرتے تھے۔

---

۱ یعنی قرآن کے انکار سے گمراہ ہو جاتے ہیں

۲ آیۂ قرآن مجید۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر فرقہ اپنے عقائد میں خوش ہے۔

Marfat.com

تسلیم و رضا نیز تسلیم و رضا میں بھی آپ کی حالت دہی تھی جو حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رجال اللہ کے حق میں بیان فرمائی ہے آپ فرماتے ہیں کہ الآفات تنزل علیھم وھم قعود کالجبال الرواسی تنزل الیھم وعلیھم وھم ینظرون الیھا بعین الصبر والموافقۃ ترکوا الاجساد للبلایا وطاروا الی الحق عزوجل بضلوعھم فھم حلیم بلا رجال اقفاس بلا طیور (ان پر آفتیں نازل ہوتی ہیں اور وہ عظیم الشان پہاڑ کی مانند جمے رہتے ہیں۔ آفات ان پر نازل ہوتی ہیں اور وہ ان کو صبر کی نظر سے دیکھتے ہیں وقف کر دیتے ہیں اپنے جسموں کو مصائب کے لیے اور پرواز کرتے ہی حق تعالےٰ کی طرف وہ حلیم ہیں لوگوں کے ساتھ اور پنجرے ہیں بغیر طیور یعنی

واذا تصاعدت النفوس علی الھوی فالخلق یضرب فی حدید بارد

جب موافقت کرتے ہیں نفوس خواہشات پر وہ اس طرح ہیں جس طرح کوئی سرد لوہے کو کوٹے) اور یہ خواص کی کرامت ہے۔ جیسا کہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے بیان کی ہے اور شیخ عبدالرحمٰن جامیؒ نے نفحات الانس میں نقل کی ہے۔

دین کے معاملات میں آسانی پیدا کرنا حضرت اقدس کی یہ بھی عادت تھی کہ جب آپ کسی شخص کے اندر معمولی سی بزرگی یا اہل اللہ سے محبت دیکھتے تو اسے فرماتے کہ بھائی اگر کوئی شخص آپ سے کوئی چیز پوچھتا تھا تو آپ اُسے فوراً بتا دیتے اور اس کے پڑھنے میں آپ کوئی شرائط اور قیود نہ لگاتے تھے تاکہ پڑھنے والے کو کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ اس وجہ سے کہ فرمان آیا ہے کہ الدِّینُ یُسرٌ ولن یشاق الدین احد الا غلبہ (دین آسان اور دین کو ہر شخص اختیار کرتا ہے اور صاحب مجمع البحار نے اس کی شرح میں فرمایا ہے ای لا یتعمق احد فی الدین ویترک الرفق الا عجز عن عملہ کلہ او بعضہ۔

Marfat.com

دین میں کوئی شخص گہری نظر سے نہیں دیکھتا آسان راستہ چھوڑ کر وہ عاجز ہوتا ہے۔
اور یہ بھی وارد ہوا ہے یَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا وسکنوا ولا تنفروا (آسانی پیدا کرو اور مشکل پیدا نہ کرو تسکین دو اور نفرت مت پھیلاؤ) آپ فرمایا کرتے تھے کہ ؎

باطل است آنچہ مدعی گوید — خفتہ را خفتہ کے کند بیدار

جھوٹے دعویدار کا یہ کہنا غلط ہے کہ سوتے ہوئے کو سویا ہوا بیدار نہیں کرسکتا یعنی اگر آدمی عالم فاضل اور نیک نہ ہو پھر دوسروں کو اچھے کاموں کی نصیحت کر سکتا ہے۔

کمال انکسار

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میری مثال حجر اسود کی ہے کہ لوگ اُسے بوسے دیتے ہیں اور خود سیاہ ہے۔ ایک دن ریحان فقیر سر اور پاؤں سے ننگا جا رہا تھا اور لوگوں کو اپنی بیعت کے لیے بلا رہا تھا۔ وہ گانے والی عورتوں کے گھر بھی چلا گیا تھا اور بدنام ہو گیا تھا اس کا ایک مرید حضرت اقدس کے خدمت میں آیا اور مرید ہو گیا جب اسے اس بات کا علم ہوا تو مولوی علی مردان صاحب کو جوان کے معتقد اور اس کاتب الحروف کے استاد تھے اور مجذوبوں کے ساتھ بھی وہ اعتقاد رکھتے تھے حضرت اقدس کے خدمت میں بھیج کر کہلا بھیجا کہ آپ نے میرے مرید کو کیوں مرید بنایا ہے حضرت اقدس نے فرمایا میں ہر شخص کو ایمان اور شریعت پر بیعت کرتا ہوں مرید آپ کرتے ہیں اور پیر آپ ہیں۔ میں ہر شخص کو کلمہ اور درود شریف پڑھنے کی تلقین کرتا ہوں کیونکہ مجھے اپنے پیر نے یہی فرمایا تھا۔

مریدین کے لئے کھڑا ہوتا

حضرت اقدس کی یہ بھی عادت تھی کہ جب آپ کے مریدین میں سے کوئی شخص کافی مدت کے بعد زیارت کے لئے آتا تو آپ کھڑے ہو جاتے اور اس کی تعظیم کرتے تھے اور کافی مہربانی سے پیش آتے جس سے اُس کو سفر کی کوفت بھول جاتی تھی اور خوش ہو جاتا تھا اور جب یہ کاتب الحروف حاضر خدمت ہوتا اور زیارت سے مشرف ہوتا تو آپ فرماتے تھے

کہ مرحبا!

آمدی و آمدنت بس خوش است   دیدن روئے تو عجب دلکش است

تم آئے ہو اور تمہارے آنے سے بہت خوشی ہوئی ہے آپ کا چہرہ دیکھنا کس قدر دلکش ہے بہت مہربانی کی ہے۔

جب تک اس کاتب الحروف نے شادی نہیں کی تھی سفر و حضر میں ہمیشہ حضرت اقدس کی خدمت میں رہتا تھا لیکن جب شادی کر لی تو سال میں دو دفعہ خیرپور جا کر زیارت کرتا تھا اور چند یوم حضرت اقدس کے خدمت میں رہ کر واپس چلا جاتا تھا لیکن حضرت اقدس کی آخر عمر میں سات مہینوں میں تین بار گیا اور واپس آیا اور کاتب الحروف ہر بار غالباً دو تین روپے عنایت فرماتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ یہ تمہاری سواری کے لیے کرایہ ہے۔ نیز اگر میں کوئی کتاب یا کمبل خریدتا تو قیمت از خود دیتے تھے جب یہ احقر حضرت اقدس کے خدمت میں جاتا تو بازار وغیرہ کی سیر نہ کرتا بلکہ ہمہ وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ مجھے خیرپور میں اور کوئی کام نہیں تھا سوائے اس کے کہ جب حضرت اقدس کسی کام کے لیے خود بھیجتے تھے۔ اگر آپ توفیقیہ کی قرأت، کا امر فرماتے تو میں قرأت کرتا تھا اور اگر کتاب لکھنے کا حکم فرماتے تو کتاب لکھتا تھا۔ لیکن حضرت اقدس سے کبھی فراخیٔ رزق کے لیے عرض نہ کیا۔ البتہ اگر آپ اپنی مرضی سے کچھ عطا فرماتے تو لے لیتا تھا۔ شادی سے قبل حضرت اقدس نے فرمایا کہ تم یہاں میرے پاس رہو۔ میں نے عرض کیا بہت اچھا۔ لیکن جب دو تین دن گزرے تو میں نے رخصت طلب کی اور آپ نے رخصت دے کر فرمایا ؎

اُرِیْدُ وِصَالَهٗ وَیُرِیْدُ هِجْرِیْ   فَاَتْرُكُ مَا اُرِیْدُ لِمَا یُرِیْد

ہجرے کہ بود رضائے محبوب   از وصل ہزار بار بہتر

میں اس کا وصال چاہتا ہوں اور میرا ہجر پس میں نے ترک کر دیا اپنا ارادہ اس

Marfat.com

کے ارادے کی خاطر وہ ہجر جو محبوب کو پسند ہو وصل سے ہزار بار بہتر ہے)

یہ سن کر میری آنکھوں میں آنسوں بھر آئے اور میں نے جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ حضرت اقدس کی یہ بھی عادت تھی کہ جب معتبر آدمیوں کے ساتھ بیٹھتے تو ان کو میرے علم اور حسب و نسب سے آگاہ فرماتے تھے تاکہ لوگوں میں میری عزت ہو۔ نیز آپ میرے آباؤ اجداد کے محاسن واخلاق بھی بیان فرماتے تھے اور ان کو یاد کرتے تھے آپ مجھے روپیہ پیسہ بھی عنایت فرمایا کرتے تھے نیز جب کسی شخص کے لیے آپ کو کوئی رقم درکار ہوتی تو فرماتے تھے کہ اگر کچھ ہو تو قرض دے دو۔ میں رقم پیش کرتا تھا اور یہ کہتا تھا ؎

مالِ عالم ملکِ تست ومالکاں مملوکِ تو   باوجودے بے نیازی وَاقْرِضُوا اللہ گفتہ

(سارے جہاں کا مال تیری ملکیت ہے اور اس مال کے مالک تیرے غلام ہیں اس شانِ بے نیازی کے باوجود تو قرآن میں کہتا ہے کہ مجھ خدا کو قرضہ دو)۔ یہ سن کر آپ فرماتے تھے کہ یہ کیا کہتے ہو۔

ایک دفعہ میں حضرت اقدس کی خدمت میں تھا کہ مجھے سخت بخار ہو گیا۔ اور بیہوش اور بیدم ہو کر پڑا ہوا تھا۔ آپ نے کمال شفقت سے لوگوں کو بلایا اور ان کو بٹھا کر میرے لیے قرآن مجید کا ختم کرایا اور صحت یابی کے لیے ایک بکری بھی ذبح کرائی۔ اس کے علاوہ تعویذ بھی عطا فرمایا اور فرمانے لگے کہ خداوندا یہ ہمارے پاس امانت ہے اس کو خیر و عافیت سے ملتان پہنچا دے۔ اسی دن یا دوسرے دن مجھے صحت ہو گئی آپ نے لوگوں کو فرما دیا تھا کہ جو چیز از قسم خوراک اور دوائی وغیرہ یہ طلب کرے اس کو بہم پہنچاؤ۔ جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو یہ احقر حضرت اقدس کو تراویح میں قرآن مجید سناتا تھا۔ جب رمضان شریف کے ایام میں میری طبیعت خراب ہوتی اور روزے کی پکی نیت نہ ہوتی تو آپ فرماتے تھے کہہ دو کہ میں کل روزہ نہیں رکھوں گا۔ جب شروع میں مجھے علم حدیث کی

Marfat.com

محبت تھی تو میں حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کرتا تھا کہ حضور مجھے حدیث یاد کرنے کا شوق ہے کون سی کتاب یاد کروں۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت مولانا فخر الدین دہلوی قدس سرہٗ کو کتاب مشارق الانوار یاد تھی ۔ آپ نے فرمایا کہ جب آپ مشارق الانوار پڑھتے تو چراغ کی طرف پشت کر لیتے تھے یہ اشارہ پا کر میں نے مشارق الانوار کو حفظ کرنا شروع کر دیا۔ کبھی یاد کرتا تھا اور کبھی سبق کے طور پر پڑھتا تھا اور کبھی تیس دن میں تیس پارے پڑھتا تھا۔ جب میں حجرہ میں بیٹھا ہوا ہوتا تھا اور آپ آواز دیتے تو میں بھاگ کر آتا تھا۔ لیکن آپ فرماتے تھے کہ آہستہ آہستہ آیا کرو۔

ایک دفعہ میری میاں محمد بخش کمبوہ کے ساتھ جو حضرت اقدس کا خادم تھا ترش کلامی ہو گئی۔ اس نے مجھے کوئی بات کہی جس سے مجھے غصہ آیا۔ میں نے جا کر حضرت اقدس سے اس کی شکایت کی۔ آپ نے اسے بلا کر اس قدر ڈانٹا کہ مجھے شرم آئی اور میں نے توبہ کر لی کہ آئندہ اپنے نفس کی خاطر حضرت اقدس کو کبھی بے ذوق نہیں کروں گا۔ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ اس دن کے بعد میں نے کسی کے ساتھ جھگڑا نہ کیا اور میرا غصہ بھی جو بہت زیادہ ہوتا تھا۔ رفتہ رفتہ کم ہو گیا اور جب میں کسی سے کوئی بات کرتا تو آپ مٹھی بند کر کے خاموشی سے مجھے چپ رہنے کی تلقین فرماتے تھے ایک دن فجر کی نماز کے بعد فرمایا مولوی عبدالرحمٰن ڈیرہ بڑے عالم تھے اس جہان سے رحلت کر گئے ہیں یہ کہہ کر آپ نے یہ رباعی پڑھی ؎

علمے کہ بعالم بود آموختہ گیر ۔۔۔ مالے کہ بگیتی بود اندوختہ گیر
آموختہ اندوختہ را سوختہ گیر ۔۔۔ ناگاہ چراغ اجل افروختہ گیر

علم جو جہان میں ہے سیکھ لو اور مال جو دنیا میں ہے جمع کر لو۔ لیکن اس آموختہ اور اندوختہ کو سوختہ کر لو، یعنی جلا دو اور اجل کا چراغ روشن کر دو یعنی مرنے کی تیاری کرو

نیز یہ بھی فرمایا ؎

قَرِفُ فوقَ الدرس وحصل حالاً ۔۔۔ ضَیَّعتَ العمرَ ولم تَنَلْ اِلّا مالاً

"لا ینفعکَ العکسُ ولا النقصُ ولا افعنل یفعنل افعنلالا"

درس حاصل کر کے استاد سے رخصت ہو اور حال حاصل کرو۔ تم عمر ضائع کرو گے اور نہیں پاؤ گے علم مگر مال کو پاؤ گے (۲) اس کے برعکس کوئی کام تم کو فائدہ نہیں دے گا سوائے نقصان کے۔ ابواب صرف کا یاد کرنا تم کو فائدہ نہیں دے گا۔

نیز فرمایا:-

در طلب زن دائماً تو ہر دو دست   کہ طلب در راہ نیکو رہبر است

(طلب حق میں تم ہمیشہ دونوں ہاتھ چلاؤ کیونکہ طلب نیکی کے راستے کی راہبر ہے)

فنون یعنی دنیاوی علوم کی تعلیم

حضرت اقدس نے علوم اسلامیہ کے علاوہ مجھے فنون (دنیاوی علوم) کی بھی تعلیم دی مثلاً ریاضی، جغرافیہ، ہیئت، نجوم، طب، علم زچگی، اقلیدس وغیرہ۔ نیز آپ نے زور دے کر فرمایا کہ اب یہ علوم متروک ہو گئے اور لوگ ان کو سیکھنے میں سست ہو گئے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت اقدس نے فرمایا کہ مجھے یہ علوم بڑی مشکل سے حاصل ہوئے تھے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ دوسروں کو دشواری نہ ہو[1]

[1] لوگ صوفیائے کرام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے قناعت و توکل کی تعلیم دے کر قوم کو جمود میں مبتلا کر دیا۔ لیکن حضرت خواجہ صاحب کے اس ملفوظ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ الزام کس قدر غلط ہے۔ یہ حضرات دینی علوم کے علاوہ لوگوں کی مادی ترقی کے لیے بھی کوشاں تھے اور اصلاح معاشرہ کے لیے ہر وقت کمربستہ تھے۔ یہ ان کی کوششوں کا اثر ہے کہ لوگ تزکیہ نفس سے مالا مال ہو کر اچھے شہری بن جاتے تھے اور حکومت کے لیے دردسر کا باعث نہ تھے لیکن آج کل چونکہ تزکیہ نفس میں کمی آگئی ہے حکومت جتنے قانون بناتی ہے ان کو توڑنے کے لیے کثرت سے لوگ موجود ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کو قانون کی گرفت سے بچانے کے لیے کثرت سے وکلاء صاحبان بھی پہنچ جاتے ہیں۔ غرضیکہ جو کام خانقاہی نظام چلانے والے ایک بزرگ اپنے ادنیٰ اشارہ سے انجام دے دیتے تھے آج گورنمنٹ کی پوری مشینری بھی انجام نہیں دے سکتی۔ لیکن خانقاہی نظام کو اس کے باوجود بدنام بھی کیا جا رہا ہے۔ ایں چہ بوالعجبی است

Marfat.com

لوگوں کی تکلیف کا احساس

حضرت اقدس کا دستور تھا کہ جب لوگ آپ کی خدمت میں دو زانو ہو کر بیٹھتے تھے تو آپ ان سے فرماتے تھے کہ آسانی سے بیٹھو۔ دو زانو بیٹھ کر کیوں تکلیف اٹھاتے ہو۔ آپ نے فرمایا ایک دن میں بھی ایک بے پروا آدمی کی مجلس میں تنگ ہوا تھا۔ جونہی میں انکے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھا، انہوں نے مجھ پر ذرا بھر مہربانی نہ کی حتیٰ کہ میری ٹانگوں میں درد ہونے لگا اور سخت تنگ ہوا۔ اسی دن سے میں نے عہد کر لیا ہے کہ لوگوں کو اس تکلیف میں مبتلا نہیں کروں گا۔[1]

بے کاری کی مذمت

آپ فرمایا کرتے تھے کہ:۔

بیکار مباش کچھ کیا کر — خون دلِ عاشق پیا کر

عام طور پر دوسرا مصرع یہ مشہور ہے "کچھ نہیں تو کپڑے پھاڑ کے سیا کر"۔ لیکن خواجہ صاحبؒ نے جو مصرعہ بتایا ہے اس کے معنوں میں قدرے تعمق نظر آتا ہے ایک مطلب تو یہ ہو سکتا ہے کہ خونِ دل پیا کر یعنی اپنے دل کا خون پیا کر اور لفظ عاشق کے اضافہ کا مطلب یہ ہے کہ عاشقوں کا سا دل پیدا کر اور پھر اپنے دل کا خون پیتا رہ۔ یعنی محبوب کے عشق میں ہر وقت سرگرم رہ۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مقام محبوبیت حاصل کر اور معشوق بن کر عاشق کی عشق بازی کے مزے اڑا۔

شیخ ابو سعید خرازؒ کا قول

چنانچہ مولانا جامیؒ نفحات الانس میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ ابو سعید خرازؒ ایک دن کپڑے سی کر پھر کھول رہے تھے۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہیں؟ فرمایا۔ نفس کو مشغول کر رہا ہوں اس سے پہلے کہ وہ مجھے مشغول کرے۔

ابن منصور حلاج کا قول

نفحات الانس میں یہ بھی لکھا ہے کہ حسین ابن منصور الحلاج کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے اپنے والد سے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ اپنے نفس کو شغل میں ڈال قبل اس کے کہ وہ

---

[1] یہ ہے انسان کا نام ہے انسانیت۔ یہ حضرات اولیاء اللہ کس قدر رحیم و کریم ہوتے ہیں کہ لوگوں کی معمولی تکلیف سے بھی ان کو بے چینی لاحق ہو جاتی ہے

تجھے مشغول کرے۔

شیخ ابو منصور کا قول نفحات الانس میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک دن شیخ ابو منصور گاد کلاہ کے دوست سفر پر گئے ہوئے تھے اور آپ فارغ تھے کہ فوراً اٹھ کر صحن میں کنواں کھودنے لگے اور پانی تک پہنچ گئے جب کام مکمل ہو گیا تو دوسرا کنواں کھودنا شروع کر دیا۔ کسی نے پوچھا کہ آپ دیوانہ ہو گئے ہیں یہ کیا کر رہے ہیں فرمایا کہ اپنے نفس کو مشغول کر رہا ہوں قبل اس کے کہ وہ مجھے مشغول کرے۔ چنانچہ مشائخ کا یہی دستور رہا ہے۔

ان اقوال کی شرح

شارح نفحات نے اس موقعہ پر لکھا ہے کہ ارباب نفس و ہوا (حرص و ہوس والے لوگ) کے لیے بیکار رہنا اچھا نہیں کیونکہ اگر ان کو مباح[1] کاموں میں مشغول نہ رکھا جائے تو وہ بچے کی طرح گناہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ لیکن طالب صادق کے لیے جن کو قوت طلب کامل ہے۔ جسمانی کاموں سے فراغت ضروری ہے کیونکہ اس سے ان کے حال میں ترقی ہوتی ہے اور وہ حضرات جن کا شمار کاملین میں ہوتا ہے ان کے حق میں فراغت نہیں جسمانی کام بہتر ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے وہ فنائے تامہ سے نکل کر عالم صحو و ہوشیاری میں آتے ہیں

---

[1] مباح وہ کام ہے جس کے کرنے سے نہ گناہ ہو اور نہ دین میں اسکی تاکید آئی ہو۔

Marfat.com

اور عبادت کے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں جن سے ان کے مراتب میں ترقی ہوتی ہے اور حال زیادہ بلند ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:

كَلِّمِيْنِيْ يَا حُمَيْرَ (اے عائشہؓ مجھ سے باتیں کرو[1]) البتہ بعض اوقات کاملین بھی اپنے نفس سے بدگمانی اور کمال احتیاط و مجاہدات کی خاطر ارباب نفس و ہوا کی طرح اپنے آپ کو ظاہری کاموں میں مصروف رکھتے ہیں حالانکہ شرارتِ نفس سے وہ محفوظ ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے مراتب میں اور بھی زیادہ ترقی ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ ابو منصورؒ کا مذکورہ بالا فعل (یعنی کنوئیں کھودنا) ان دو وجوہات کی بنا پر تھا۔ نیز نفحات الانس میں لکھا ہے کہ

شیخ ابوالحسین کا قول

کسی نے شیخ ابوالحسین صوفیؒ سے پوچھا کہ شیخ عبدالرحیم اصطخریؒ سگ بانوں کے ساتھ جنگل میں کیوں جاتے ہیں اور اعلیٰ لباس کیوں پہنتے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ يَتَخَفَّفُ مِن ثِقَلِ عَلَيْهِ (ان کے بوجھ سے خوف کرتے ہیں) تاکہ جو بوجھ اُن پر ہے (یعنی ولایت کی ذمہ داری) وہ ہلکا ہو جائے[2]۔

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے یہ شعر پڑھا ؎

کارہا بر خواہشِ خود خواستن کار خداست
بندہ باشی و خدا گردی تو اے ناداں چراست

---

[1] حضرت عائشہ صدیقہؓ کو باتیں کرنے کے لئے آنحضرت صلعم اس لئے فرماتے تھے کہ عروجی کیفیت سے آپ نزول طرف آنا چاہتے تھے۔ جن حضرات پر غلبۂ حال طاری ہوتا ہے وہ جانتے ہیں کہ عروج سے نزول میں آنا اور مقام فنا سے بقا کی طرف لوٹنا کتنا مشکل ہے۔ حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ صاحب لنگر تھے یعنی انہوں نے دین کو پھیلانا تھا اس لئے شب معراج نہایت ہی بلند مقام پر پہنچ کر فوراً واپس آگئے۔ اگر میں اتنا بلند ہو جاتا تو ہرگز واپس نہ آسکتا۔

[2] مطلب یہ کہ کھیل و تفریح میں ذرا دل بہلا لیں۔

Marfat.com

(اپنی مرضی کے مطابق کاموں کا چاہنا خدا کا کام ہے اے نادان تو بندہ ہو کر خدا کی کام کرتا ہے یہ کیوں ہے)

شیخ یوسف خیاط ترمذی کا قول نفحات الانس میں اسی مضمون پر ایک حکایت درج ہے۔ وہ یہ کہ شیخ الاسلام (حضرت شیخ عبداللہ اسماعیل ہروی المعروف پیر انصار[۳]) فرماتے ہیں کہ ابوبکر وراقؒ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ محمد مسلم حصیر بافؒ شیخ یوسف خیاط ترمذیؒ کے ہاں مہمان تھے۔ میزبان کسی کام میں مصروف تھے۔ شیخ محمد مسلمؒ نے کہا جلدی کیجئے مجھے کام کے لئے جانا ہے اس وجہ سے کہ وہ زاہد و عابد تھے اور ان کا دل اس کام کی طرف لٹکا ہوا تھا۔ شیخ یوسفؒ نے جواب دیا کہ کیا تجھے اس کے سوا کوئی اور کام بھی ہے کہ جس کام میں تجھے اللہ تعالیٰ نے ڈال رکھا ہے اور کیا تم اس نیت سے گھر سے آئے ہو کہ گھر واپس جاؤ گے۔ آج تین سال ہوئے ہیں کہ میں جب گھر سے باہر جاتا ہوں تو میری یہ نیت ہوتی ہے کہ واپس نہیں آوں گا۔ شیخ ابوبکر وراقؒ فرماتے ہیں کہ شیخ یوسفؒ کا یہ قول شیخ محمد مسلم کی سو سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا ؎

دریں درگہہ کہ گہہ گہہ کہ آمد گہہ
مشو ایمن اگر ہستی ز قہر و لطف او آگہ

(اس درگاہ میں کبھی کوئی آیا کبھی کوئی غرضیکہ کسی کو بقا نہیں اس لئے اللہ کے قہر سے بے پرواہ نہ ہو) مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کی درگاہ میں اپنے اوپر، اپنے حسب نسب پر، اپنے زہد و تقویٰ پر، اپنے علم و فضل پر، اپنی جود و سخا پر، اپنی بہادری وغیرہ جیسے فضائل پر اعتماد نہیں کرنا چاہیئے اور حق تعالیٰ کے تغیرات اور تبدلات سے بے فکر نہیں

۳ع۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ جب میں نفحات میں شیخ الاسلام کا نام لوں تو اس سے میری مراد حضرت عبداللہ ہروی، پیر انصار ہیں۔

Marfat.com

ہونا چاہیے بلکہ ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہیئے کیونکہ اصل چیز حسنِ خاتمہ ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا ہے

شاہ راہِ عدم چہ ہموار است
چشمِ پوشیدہ مے رَوَد ہر کس

(ملک عدم کی شاہراہ کس قدر ہموار ہے کہ ہر شخص آنکھیں بند کرکے اس پر چلا جارہا ہے)

نفحات الانس میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ خفیف ؒ شیخ رُویم بن احمدؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اے پسر ھو بذل الروح فلا تشتغل تبرھات الصوفیہ (اے بیٹے یہ روح کو صرف کرنا ہے اور مشغول مت ہو عام باتوں پر)۔

خود دانی اور خدادانی

نفحات میں شیخ عبداللہ بلبانیؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ خدادان بن جاؤ (یعنی معرفتِ حق حاصل کرو) ورنہ خود دان بھی نہ رہو کیونکہ اگر خود دان نہیں ہوگے تو خدادان ہوگے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اب تم سے اس سے بھی اچھی بات کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ خدا ہو جاؤ ورنہ خود بھی نہ رہو۔ کیونکہ جب تم نہیں ہوگے تو خدا ہوگے۔

گرحفظِ مراتب نکنی زندیقی

نفحات میں یہ بھی لکھا ہے کہ شیخ عبداللہ بلبانیؒ کے ایک مرید پہاڑ میں گوشہ نشین تھے۔ سامنے ایک سانپ نظر آیا۔ دل میں آیا کہ اسے پکڑ لیا جائے۔ شیخ نے فرمایا تم نے اُسے کیوں پکڑا۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ غیر خدا کا وجود نہیں ہے۔ شیخ نے فرمایا جب تم حق کو لباس قہر میں دیکھو تو اس سے گریز کرو تاوقتیکہ اس کی معرفت نہ حاصل ہو جائے۔ پس شیخ نے دعا کی اور وہ شفایاب ہوگئے۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحبؒ نے توفیقیہ میں خواجہ حافظ شیرازیؒ سے یہ شعر نقل فرمایا ہے

Marfat.com

در عشق بازی اے دل جاں بر بکوئے دیگر
کز کشتۂ مے ستاند معشوق ما خبابت

(اے دل عشق بازی میں دوسرے کوچے میں جان سے جا | گم ہونے میں فائدہ ہے
کیونکہ معشوق شہیدِ عشق سے بھی خراج وصول کرتا ہے)
یہاں کوئے دیگر سے مراد عدم ہے (یعنی معدوم ہوجا)

آپ نے یہ بھی فرمایا ؎

بہ سی صد سال ایں معنی محقق شد بہ خاقانی
کہ یکدم باخدا بودن بہ است ملکِ سلیمانی

(تیس سال کے بعد خاقانی پر یہ نکتہ منکشف ہوا کہ ایک لحظہ باخدا ہونا ملکِ سلیمان سے بہتر ہے) اور گم ہونے کا مطلب اس سے پہلے شیخ عبداللہ بلبانیؒ کے ملفوظ میں بیان ہوچکا ہے۔ اس مضمون پر حضرتؒ خواجہ صاحب نے فرمایا ؎

خویش را گم کن وصال اینست و بس
خود مباش اصلاً کمال ایں است و بس

(اپنے آپ کو گم کردے یہی وصال ہے اور بس تو بالکل نہ رہ کمال یہی ہے اور بس) بودن کا مطلب یہ ہے یہ جہان باقی ہے (یعنی باخدا بودن) اور دوسرا جہان (یعنی اپنی ہستی پر قائم رہنا) فانی ہے۔

حضرت اقدسؒ نے یہ بھی فرمایا ؎

چین بر جبیں ز جنبش ہر کس نمے کنند
دریا دلاں چو آب گہر آرمیدہ اند

(ہر شخص کی جنبش سے مغموم نہ ہو کیونکہ جو دریا دل ہوتے ہیں وہ آب گہر کی طرح پرسکون رہتے ہیں۔

Marfat.com

مپوش چہرہ مشو وہم از تفرّج خلق
کہ خواند خط تو بر چہرہ اِن یَکادُ دمید

ان دونوں اشعار کا مطلب یہ ہے کہ خلق کے بُرے سلوک سے غصّہ اور خفگی نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ خلق کو خس و خاشاک سمجھنا چاہیئے جس کو حق تعالیٰ کا حکم بہالے جاتا ہے اور لے آتا ہے اور آیت کریمہ اِن یَکادُ کے چہرہ پر خَط دمیدن کا مطلب ہے۔ بالغ ہونا اور سالک کا مرتبۂ کمال کو پہنچنا۔

شب بیداری حضرت اقدس نے ایک دفعہ سفر میں صبح کے وقت فرمایا ؎

سحر برخیزد و ذکرِ بے ریا کن
بداں درگاہ خود را آشنا کُن

(صبح سویرے اٹھو اور ذکر بے ریا یعنی خلوص کے ساتھ ذکر الٰہی کرو اور درگاہ حق تعالےٰ سے آشنائی پیدا کرو)

اگر گوئی کہ من درویش حالم
نظر بر خاندانِ مصطفٰے کُن

(اگر تو کہتا ہے کہ میں درویش حال ہوں تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو دیکھ کہ مراتب کے باوجود کس طرح عبادت گزار تھے)

دگر گوئی کہ برمن ظلم رفت است
نظر بر کشتگان کربلا کن

(اگر تو کہتا ہے کہ مجھ پر ظلم ہوا تو شہدار کربلا کے حال پر نظر کر کہ اُن سے زیادہ ظلم کس پر ہُوا ہے)

وقت سحر وقتِ مناجات ہے
خیز دراں دم کہ بہ برکات ہے

نفس مبادا کہ گوید ترا

خسپ چہ خیزی کہ ابھی رات ہے

(اپنے نفس کو یہ نہ کہنے دے کہ ابھی سو جاؤ ابھی تو لمبی رات باقی ہے)

ان اشعار سے مراد راتوں کو جاگنا اور ذکر بے ریا کرتا ہے جس سے مراد بے خود ہونا ہے۔

حقیقی سعادت کیا ہے آپ فرمایا کرتے تھے ؎

سعادت خواہی از عادت گذر کن

کہ ترک عادت است اصل سعادت

(اگر سعادت یعنی نیک ہونا چاہتے ہو تو عادت یعنی غفلت کی عادت چھوڑ دو کیونکہ غفلت کا ترک کرنا اصل سعادت ہے) نیز فرمایا ؎

خُلق نیکو سعادت ابدی ست

ایں سعادت بہ ہر کس نہ دہند

خوش خلقی دائمی سعادت ہے یہ سعادت ہر کسی کو نہیں ملتی۔

ان اشعار کا مطلب ترکِ عادات انسانی ہے جن کی اصل خود بینی، خود پسندی اور خود نمائی ہے۔

تسلیم و رضا نیز فرمایا ؎

چو رزق مقدر است کم کوشی بہ

چوں گفتہ نویسند بخاموشی بہ

چوں مے گزرد عمر بخاموشی بہ

چوں بیم حساب است نمد پوشی بہ

(جب رزق مقرر ہے تو کوشش کم کرنا بہتر ہے۔ جب فرشتے پر کہی ہوئی بات لکھ لیتے ہیں تو خاموشی بہتر ہے۔ جب عمر اچھی طرح گزر رہی ہو تو خاموشی بہتر ہے نیز

Marfat.com

جب ہر چیز کا حساب دینا ہے تو نمد پوشی یعنی ادنیٰ درجے کے کپڑے پہننا بہتر ہے)
ان اشعار سے مراد عبودیت اور تسلیم و رضا ہے۔

نیز فرمایا ؎

مودّب صورتے پشمینہ پوشی
ملائک سیرتے خانہ بدوشی
جہاں گردے حلیمے بُرد بارے
زگلزار جہاں قانع بہ خارے

یعنی سالک کو ایسا ہو کر رہنا چاہیئے کہ باخلاق اور ادنیٰ پوشاک ہو، ملائک صفت اور خانہ بدوش یعنی سادگی پسند ہو، جہاں کے طور طریقوں سے آگاہ اور بُرد بار ہو، اور دنیا کے گل و گلزار سے صرف ایک کانٹے پر قناعت کرنے والا ہو۔ ان دو اشعار سے مراد بھی رضا اور عبودیت ہے[۱]۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المومنون لینّون کا الجمل الانف ان قید انقاد وان انیخ علیٰ سخرة استناج (مومن اونٹ کی طرح نرم ہوتا ہے اگر اس کو باندھ دو تو مطیع ہے اگر اس کو چٹان پر بٹھاؤ تو بیٹھ جاتا ہے)

اور ان سب کی اصل صحبت اولیاء ہے۔ چنانچہ نفحات الانس میں لکھا ہے کہ خلیفۂ بغداد نے حضرت شیخ رویم رحؒ سے کہا کہ "اے بے ادب" رویم رحؒ نے جواب دیا کہ

---

[۱] عرفاء کے نزدیک عبودیت سب سے اونچا مقام ہے عبودیت سے مراد بقا باللہ یعنی فنا فی اللہ کی محویت اور استغراق سے نکل کر مقام دوئی اور صحو اور ہوشیاری میں واپس آنا اور فرائض زندگی ادا کرنا اور حق بندگی ادا کرنا۔ فنا فی اللہ میں عروج ہے۔ اور بقا باللہ یا عبودیت میں نزول ہے۔

Marfat.com

میں نصف روز شیخ جنیدؒ کی صحبت میں بیٹھ کر باادب بن جاؤں گا۔

بندگانِ خدا سے جہان قائم ہے

نیز فرمایا ؎

نخواہد این چمن از سرو و لالہ خالی ماند
یکے ہمے رَوَد و دیگر ہمے آید

(یہ چمن یعنی دنیا سرو اور گلِ لالہ سے خالی نہیں رہتا۔ ایک جاتا ہے تو دوسرا آجاتا ہے)

یہاں سرو سے مراد پیر ہے جو قید سے آزاد ہے اور لالہ سے مراد عاشق ہے جو داغِ ہجر میں مبتلا ہے، یعنی یہ جہان طالبوں اور مطلوبوں سے خالی نہیں رہتا۔ کیونکہ جہان کا قیام و نظام ان دو گروہوں کے وجود سے ہے۔

ایک دن ذکر کرتے وقت اُس بیت الخلا کے متعلق فرمایا جو آپ نے مہمانوں اور فقیروں کے لئے بنوایا تھا اور عوام بھی اُسے استعمال کرتے تھے کہ ؎

قاضی شہر مستراحی ساخت
توشہ عاقبت ہمنشیں بس

Marfat.com

(شہر کے قاضی نے جائے استراحت بنوائی اس کی عاقبت کے لئے یہی کافی ہے)

برکاتِ خاموشی

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مندرجہ ذیل مصرع میں اثنین سے مراد دو لب ہیں ع

کُلِّ سِرٍّ جاوز الاثنین شاع

(جو راز کہ دو لبوں سے گذرا مشہور ہوا)

چنانچہ مولوی داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے شیر و شکر میں لکھا ہے ؎

در دلِ خود کافراست ویا جہود　　　در خموشی رستہ است از ہر عنود

تیرے دل کے اندر کافر ہے یا یہودی ہے لیکن خاموشی ہے اسلئے مخالفت سے بچا ہوا ہے۔

نیز فرمایا ؎

ابلہے را صرفہ زر مے کنی　　　صرفۂ گفتار کن از مے کنی

(اگر تو بے وقوف کو کفایت شعاری سکھانا چاہتا ہے تو اُسے گفتار کی کفایت کے لئے کہہ یعنی اُسے کم بولنے کی نصیحت کر)

اولیاء راہست قدرت از اللہ

نیز فرمایا ؎

کوہ نگنجد چو بگجبا نیش　　　کاہ نہ سنجد چوں بہ سنجانیش

یعنی نفس کی خلقت یوں ہوئی ہے کہ اگرچہ بظاہر تنگ کرتا ہے لیکن اس کا حال یہ ہے کہ اگر پہاڑ کی طرح سخت اور مضبوط ہو تو اہل اللہ کو یہ طاقت حاصل ہوتی ہے کہ اس پر غالب آتے ہیں اس کو اولیاء کرام کی خرق عادت (کرامت) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور اولیاء کرام جس قدر زیادہ خرق عادت سے کام لیتے ہیں ان کی طاقت میں اضافہ ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مَنْ یتقرب الیّ شبرا تقرب الیہ ذراعا ومن یتقرب الیّ ذراعا تقرب الیہ باعا ومَنْ اتانی یمشی اتیتہ ہرولۃ

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالےٰ کی طرف ایک بالشت آتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی طرف ایک ہاتھ آتا ہے اور اگر وہ ایک ہاتھ آگے آتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی طرف دو ہاتھ آتا ہے اور اگر وہ چل کر آتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی طرف دوڑ کر آتا ہے۔ نیز قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے لا یُغَیِّرُ بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِم یہ آیت متشابہات میں سے ہے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ ہم کسی قوم کی حالت نہیں بدلتے جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔ چنانچہ مشہور ہے کہ میاں عبدالحکیم نے کبھی قبلہ کی جانب پشت نہ کی تھی۔ ایک دفعہ انہوں نے ایک مسجد کو جو قبلہ کی طرف صحیح نہ تھی کپڑا جھاڑنے سے قبلہ کی سمت میں صحیح کر دیا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس۔

ترک شہوات نفس

نیز فرمایا ہے

چند نر انگشت تو در عقد بیست   مشت بہ بند ار بودت میل زیست

نر انگشت در بیست سے مراد جماع ہے اور مشت بستن سے مراد ترک جماع اور ترک شہوات ہے چنانچہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے وَابتغوا ما کتب اللّٰہ لکم (یعنی جماع سے مراد طلب فرزند ہے نہ کہ شہوت رانی)

جتھاں خود قرب ہے دوری

نیز فرمایا

دردمند از کوچۂ یار سے آئیم ما   آہ کز دارالشفا بیمار مے آئیم ما

دوست کے کوچہ سے ہم دردمند ہو کر آرہے ہیں افسوس کہ دارالشفاء سے بیمار واپس آرہے ہیں

عشق مارا عاقبت در کوئے او بیقدر ساخت   یار کم مے خواہد و بسیار مے آئیم ما

(عشق نے آخر ہمیں دوست کے کوچہ میں بے قدر کر دیا کیونکہ ہم بار بار وہاں جاتے ہیں اور دوست

Marfat.com

پسند نہیں آتا۔

حضرت خواجہ صاحب نے یہ بھی فرمایا ؎

بلبلے در برگِ گل خوش رنگ منقار داشت | واندراں برگ و نوا خوش نالہائے زار داشت
گفتم اندر عین وصل ایں نالہ و فریاد چیست | گفت ما را جلوۂ معشوق دریں کار داشت

موسم بہار میں ایک بلبل خوبصورت پھول چونچ میں لیے خوش خوش پھر رہا تھا اور ساتھ ہی دلفگار نالہ بھی کر رہا تھا میں نے اس سے کہا کہ وصل میں یہ نالہ و فریاد کیا ہے کہنے لگا کہ مجھے دوست کے جلوؤں نے اس کام پر مجبور کیا ہے۔ ؏۱

ان دونوں رباعیوں کا حاصل یہ ہے کہ ظہور مقتضیٰ اخفاء ہے لہذا ہجر کا واقع ہونا ضروری ہے۔ نیز رباعیٔ اول میں کم آنے اور زیادہ آنے سے مراد خودی اور بے خودی ہے۔

؏۱ یہ امر مسلمہ ہے کہ اکابر اولیاء قرب وصال حق میں جسقدر ترقی کرتے ہیں اس سے اور قرب اور حسن و جمال کی اور منزل نظر آتی ہے جب وہاں پہنچتے ہیں تو اوپر اور منزل نظر آتی ہے اسی طرح نہ حسن و جمال اور قرب و وصال کی منازل ختم ہوتی ہیں نہ سالک کی پرواز ختم ہوتی ہے بقولِ سعدیؒ ؎

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں | بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

ایک دفعہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے شیخ رحمۃ اللہ کی خدمت میں خط لکھا کہ اس وقت میری یہ حالت ہے کہ میرے لئے قرب بھی بُعد بن گیا ہے۔ اسی مقام کو حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے یوں بیان فرمایا ؎

جنھاں خود قرب ہے دوری | انھاں کیا وصل و مہجوری
انانیت تھئی پوری | ہے انسانوں تے رحمانوں

نیز فرمایا ؎ شدہ علس درعکس ایں بنا | کہ فنا بقا ہے بقا فنا

کسی نے خوب کہا ہے ؎

ہمہ عمر با تو قدح زدیم و نہ رفت رنج خمار ما | چہ قیامتے کہ نمے رسی ز کنار ما بکنار ما

عشق اول در دلِ معشوق پیدا مے شود

حضرت نے فرمایا ؎

جذبہ عشق و محبت از دو جانب مے شود　　یار مے خواہد دلم چوں یار مے خواہد دلم

(آتشِ عشق دونوں طرف سے لگتی ہے جس طرح دوست میرا دل چاہتا ہے اسی طرح میں دوست کو چاہتا ہوں)

یار مے خواہد دلم میں ایک جگہ دوست فاعل ہے دوسری جگہ مفعول ہے۔ نیز فرمایا ؎

عاشقاں ہر چند مشتاق جمال دلبراند　　دلبراں بر عاشقاں عاشق تر اند

نیز فرمایا ؎

دلا چوں جلوہ بہ بینی شہید کن خود را　　کہ چنیں موت گاہ گاہ مے آید

(اے دل جب تجھے دوست کا جلوہ نظر آئے تو اپنے آپ کو اس پر قربان کر دے کیونکہ ایسی موت ہمیشہ نہیں مل سکتی کبھی کبھی ملتی ہے) بعض جگہ میں نے جلوہ کی بجائے حلوہ دیکھا ہے جس کا مطلب ذوق اور کشش دوست ہے۔ یعنی جب تجھے دوست کا ذوق اور اس کی طرف سے کشش محسوس ہو تو بس اس میں محو ہو جا۔

(یہ مقام فنا فی اللہ ہے) نیز فرمایا ؎

در کوئے دوست عطا کی ہے بھیڑ بھاڑ　　تو بھی گھسڑ گھسڑ کے آنجا گھساڑ

یہاں کوئے دوست سے مراد عدم ہے یعنی جب تک عاشق کوئے نیستی میں نہیں پہنچتا واصل نہیں ہوتا۔

غیوب و حضوری

اس قسم کے اشعار نفحات الانس میں بھی آئے ہیں۔ مولانا جامیؒ شیخ ابوسعید خرازؒ سے نقل کرتے ہیں کہ :۔

قول ابوسعید خرازؒ

"روز گارے او را جستم خود را یافتم
اکنوں خود را جویم او را یالم

Marfat.com

(ایک مدت تک میں دوست کو تلاش کرتا تھا لیکن خود کو پاتا تھا اب خود کو تلاش کرتا ہوا اسے پاتا ہوں)۔ نفحات میں یہ بھی ہے :۔

۱۔ "چوں بیابی برہی و چوں برہی بیابی   کدام پیش بود او داند او داند

۲۔ چوں او پیدا شود تو نباشی   چوں تو نباشی او پیدا شود

کدام پیش بود او داند او داند"

۱۔ (جب تو اسے پالیتا ہے تو رہا ہوجاتا ہے اور جب رہا ہوتا تو پاتا ہے اس میں کونسی بات پہلے ہے وہی جانتا ہے۔ وہی جانتا ہے)۔

۲۔ جب وہ ظاہر ہوتا ہے تو گم ہوجاتا ہے جب تو ظاہر ہوتا ہے وہ گم ہوتا ہے اس میں کونسی بات پہلے ہے وہی جانتا ہے وہی جانتا ہے۔

قولِ بایزید بسطامیؒ

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں

"من با او نہ پیوستم تا از خود نگسستم   واز خود نگسستم تا با او نہ پیوستم

کدام پیش بود او داند او داند"

(میں دوست سے اس وقت پیوست ہوا یعنی واصل ہوا جب خود سے رہا ہوا۔ اور خود سے رہا نہ ہوا۔ جب تک اس سے واصل نہ ہوا۔ اس میں کونسی بات پہلے ہے وہی جانتا ہے وہی جانتا ہے۔

شیخ الاسلام پیر انصار ہروی کا قول

حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ علی سیاحؒ نے فرمایا ہے کہ اولیائے ماوراء النہر کا قول ہے کہ جب تک تو اپنے آپ سے الگ نہ ہوگا اس کو نہیں پائے گا اور اولیائے عراق کہتے ہیں کہ جب تک تو اُسے نہیں پائے گا اپنے آپ سے الگ نہ ہوگا)۔ لیکن ان دونوں کا مطلب ایک ہے خواہ چھری پھل کے اوپر ہو یا نیچے۔ لیکن میں عراقی ہوں کہ دوسرے

قول کو ترجیح دیتا ہوں کیونکہ سبقت دوست کی طرف سے ہونی چاہیئے۔ چنانچہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے ؎

اے زاہدِ مردم نما تا چند ایں ورد و دعا	رُو محو آں رخسار شو بگذار ایں واں را

(اے زاہدِ ریا پسند تم کب تک وظائف و دعا میں مشغول رہو گے۔ جمالِ دوست میں محو ہو جا باقی سب چھوڑ دے۔

فنائے نفس کے بعد حصولِ فنا فی اللہ

نیز فرمایا ؎

عطا از مفلسی دو ٹوک رہتی ہے۔ سمجھتے بوجھتے پہچانتے رہ

نیز فرمایا ؎

اے عطا خیز ازیں شہر بہ زودی بگریز	ورنہ ایں ہمہ رنش تو بھٹک در جھنگ کند

یہاں مفلسی سے مراد عدم ذاتی ہے یعنی اپنی ذاتی عدمیت کو کبھی نہ بھولنا اور ازیں شہر سے مراد تمہاری وہمی ہستی اور بے معنی خودی ہے یعنی جب تو اپنی خودی میں آتا ہے تو تمام رنج و مصائب جمع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اس شہر سے بھاگ کر ذاتِ حق میں پناہ لے (یعنی مقام فنا فی اللہ میں)۔ نیز اسی مضمون پہ فرمایا ؎

آنچہ بر ما مے رَوَد گر بر شتر رفتے ز غم	مے زدند کافراں در جنت الماوی عَلَم

اس شعر میں مَا سے مراد بھی اپنی وہمی خودی ہے جس کی وجہ سے تمام غم نازل ہوتے ہیں شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ تمام غم جو میرے خودی میں آنے کی وجہ سے مجھ پہ نازل ہوتے ہیں اگر اونٹ پہ نازل ہوتے تو وہ غم واندوہ کے مارے اس قدر لاغر ہو جاتا کہ سوئی کے سوراخ سے نکل جاتا اور پھر تمام کافر بہشت میں چلے جاتے کیونکہ قرآن حکیم میں حق تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ لا یدخلون الجنۃ حتیٰ یَلِجَ الجمل فی سَمِّ الخیاط (کافر لوگ اس وقت تک جنت میں نہیں جائیں گے جب تک اونٹ سوئی کے سوراخ سے نہیں نکل جاتا یعنی جس طرح اونٹ کا سوئی کے سوراخ سے نکلنا محال ہے کافروں کا جنت میں جانا محال ہے)۔

Marfat.com

ہی مضمون پر فرمایا ؎

شاہراہِ عدم چہ ہموار است　　　چشم پوشیدہ مے رود ہر کس

عدم کا راستہ یعنی نیستی اور فنائے نفس کا طریق اس قدر ہموار یعنی آسان ہے کہ ہر شخص آنکھیں بند کر کے منزلِ مقصود تک یعنی فنا فی اللہ کے مقام پر پہنچ جاتا ہے)

نیز فرمایا کہ یہ دو اشعار بہت شورش پیدا کرنے والے ہیں۔ حضرت اقدس اکثر پڑھا کرتے تھے ؎

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم　　　چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

اگر بسوئے من آئی ز دیدہ فرشش کنم　　　کہ بساطِ غریباں ہمیں سفید و سیاہ

(۱۔ نہ میں شب ہوں نہ شب پرست ہوں یعنی نہ میں غافل ہوں اور نہ غفلت کی نیند سوتا ہوں۔ کہ خواب کی باتیں کروں لیکن میں آفتاب یعنی آفتابِ حقیقت کا غلام ہوں اس لئے جو کچھ کہتا ہوں اسی سے کہتا ہوں۔ بطریق الحق ینطق علی لسان العمر۔ یہاں آفتاب سے مراد وجودِ حقیقی ہے۔
۲۔ اے دوست اگر تو میری طرف تشریف لائے تو آنکھوں کو راستے میں بچھا دوں گا کیونکہ میرے پاس اس سیاہ و سفید کے بغیر اور کیا ہے۔ بظاہر سیاہ و سفید سے آنکھوں کی سیاہی اور سفیدی مراد ہے۔ لیکن درحقیقت اس سے تمام رختِ زندگی مراد ہے جیسے کہتے ہیں کہ وہ سیاہ و سفید کا مالک ہے یا یہ مراد ہے کہ تجھے آنکھوں میں جگہ دوں گا۔ کیونکہ عشق نے میرا رختِ زندگی تباہ کر دیا ہے بمصداق آیہ کریمہ " جب بادشاہ کا کسی جگہ نزول ہوتا تو تباہی مچا دیتا ہے)

چنانچہ اسی مضمون پر شیخ فریدالدین عطارؒ نے فرمایا ہے ؎

تا تو ہستی خدا در خواب است　　　چوں شوی نیست او شود بیدار

حاشیہ صفحہ سابقہ ۱ مثنوی شریف میں حضرت مولانائے رومؒ نے فرمایا ہے کہ اونٹ کے سوئی کے سوراخ سے گذر جانے سے مراد انسان کا ذاتِ حق میں فنا ہو جانا ہے جب تک مقامِ فنا میں نہیں پہنچتا جنت میں نہیں جائے گا یعنی جنت میں داخلہ کا انحصار فنائے نفس پر ہے۔ اور فنائے نفس کے بعد مقامِ فنا فی اللہ نصیب ہوتا ہے۔

Marfat.com

(جب تک تیری وہمی ہستی موجود ہے قرب و وصال حق میسر نہیں ہوگا۔ جب نیست ہو گئے تو مقام فنا حاصل ہو گا۔) حضرت غوث الاعظمؒ نے فرمایا ہے :۔

شاخ طباخ الملک بقی العقل والنظر اجری علیہ ما کان

(جب بادشاہ کا باورچی بڈھا ہو جاتا تو چونکہ اس کا عقل و ہوش برقرار ہے وہ دوسروں کے ذریعے کام کراتا ہے)

فاعل حقیقی اللہ ہے

ڈون دی لگی لجھ نہ بجھا گہی چوتھے داناں
ٹکے لگے بادشاہ دے سدو دی سراں

یہ ایک پہیلی ہے جس کا مطلب ہے چراغ کیونکہ چراغ میں چار چیزیں ہوتی ہیں، چراغ، روئی، تیل اور آتش۔ اس کا مطلب شاید یہ ہے کہ فاعل حقیقی اللہ تعالٰے ہے لیکن نام دوسروں کا ہوتا ہے۔ جیسا کہ مثنوی میں آیا ہے ؎

مالک الملک اوست او خود مالک است
غیر ذاتش کل شئے ہالک است

مالک الملک اوست ملک اورا دہید
ما و من جملہ پیش او نہید

(وہی مالک الملک ہے اور اسی کا ملک ہے اور اس کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہے بمصداق آیۂ کریمہ کُلُّ شَیۡءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجۡهَهٗ۔ چونکہ وہی مالک ہے سب کچھ اس کے حوالہ کر دو اور یہ ما و من یعنی میں اور تو جس سے مراد خودی ہے اس پر قربان کر دو) حضرت اقدس نے توفیقیہ میں فرمایا ہے کہ یہ مت کہو کہ میں نے یہ کیا ہے یا یہ کرتا ہوں اور اپنی قدرت سے یہ کام کرتا ہوں کیونکہ جو کچھ کرتا ہے اللہ کرتا ہے۔

ترغیب کسب حلال

نیز فرمایا

لکڑیاں چن لے آؤ ہم کی صفت دو سچ کہا
یہ مجرب چوب جلینی ہے من کے درد کو

اس سے مراد ترغیب کسب حلال ہے اور لکڑیاں جمع کرنے سے کسر نفسی یا ذلت نفس بھی حاصل

ہوتی ہے جیسے حضرت اقدس نے من کے درد کی دوا کہا ہے یعنی میں کو مارنے کے لئے یہ مجرب نسخہ ہے۔ راقم الحروف (مؤلف کتاب) نے اس حقیقت کو فارسی میں یوں کہا ہے سہ

۱۔ عیب چینی کس مکن اے دل | کو است مرض بد و بسا مشکل
۲۔ وین مرض را حدوث از یبس است | یبس از اصل کبر در نفس است
۳۔ چوب چینی دوائے او است عجیب | ینفلع الاحتراق بالتجریب
۴۔ چوب چینی بکن در استعمال | تانگہ دو ز یبس زشتست حال
۵۔ عیب چینے کہ ز احتراق منی است | مے نگہ دد بزودی اے خوش زیست
۶۔ چوب چینی کہ عاقبت یابی | وز مضرات روئے برتابی

ترجمہ :۔

۱۔ اے دوست کسی کی عیب جوئی مت کرو کہ یہ بہت ہی برا اور مشکل مرض ہے۔
۲۔ یہ مرض خشکی سے یعنی زہد خشک سے پیدا ہوتا ہے اور زہد خشک کی وجہ تکبر ہے۔
۳۔ لیکن عیب چینی یا عیب جوئی کا علاج چوب چینی یعنی جنگل سے درویشوں کے لئے ایندھن جمع کرنا ہے جس سے تکبر یقینی طور پر ختم ہو جاتا ہے۔
۴۔ ایندھن جمع کرنا شروع کرو تاکہ زہد خشک سے تمہارا برا حال نہ ہو۔
۵۔ عیب جوئی جو تکبر سے پیدا ہوتی ہے زیادہ نہ ہونے پائے اے خوش نصیب۔
۶۔ ایندھن چن تاکہ تجھے عاقبت دارین نصیب ہو اور مضرات یعنی نقصان دہ چیزوں سے نجات ہو۔ ایندھن جمع کرنے سے چونکہ نفس کشی ہوتی ہے اس لئے اکثر سالکین نے یہ کام کیا ہے۔ نیز بعض نے زنبیل بھی گھمائی ہے کیونکہ گداگری بھی نفس کشی کے لئے اکسیر کا اثر رکھتی ہے)

فنائے نفس و خودی

نیز فرمایا

ما جنیندی پُتڑے ڈھو وٹی   سنج وسائے ہر کو پُتڑ سو جو وستی پٹی

اس شعر سے مراد اُسی موہوم ہستی اور خودی اور خود بینی کو فنا کرنا ہے۔

وحدت الوجود

نیز فرمایا ؎

چل بُلاؔ چلئے سنار تنے اوتھاں گھڑیں گہنڑے بجن لاکھ

صورت آپو آپنی توں ھکو رو پا آکھ

اس شعر سے مراد یہ ہے کہ ذات واحد مختلف صورتوں میں جلوہ نما ہے لیکن حقیقت ایک ہے۔

سبق نیستی

نیز فرمایا ؎

ایں دلِ دیوانہ راگفتم کہ عاقل شو نہ شد   آرے آرے طفل رامیل سبق خوانی کجا است

ایں دلِ دیوانہ را تعلیم کن از راہِ ہوش   کاندریں مکتب خلاصی بے سبق خوانی کجا است

(میں نے اپنے دلِ دیوانہ کو کہا عقل مند ہو جا لیکن نہ ہوا اس وجہ سے کہ بچہ مدرسے میں سبق پڑھنے کو کب اچھا سمجھتا ہے۔ اس دلِ دیوانہ کو عقل مندی سکھاؤ کیونکہ اس مکتب میں علم و تعلیم کے بغیر کام نہیں بنتا) ان اشعار کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنے نفس سے کہا کہ عقل مندی کرو یعنی نیستی و بے خودی اختیار کرو لیکن اس نے قبول نہ کیا جس طرح بچہ یعنی طفلِ دنیا لہو و لعب دنیا سے باز نہیں آتا۔ اس لئے فرمایا ؎

سلطنت را غرّ تنے در عالم فانی کجا است   ما گدا یا نیم ما را عشقِ سلطانی کجا است

(اس فانی دنیا میں سلطنت اور بادشاہی کی کیا وقعت ہے ہم تو دوست کے در کے گدا ہیں ہمیں ملکِ عشق کی بادشاہی درکار ہے) مطلب یہ ہے کہ سلطنتِ ملک وجود جب اس عالمِ ناسوت میں محال ہے تو پھر اپنے آپ کو نیست و نابود کر کے سلطنت جاویدانی کے

حصول کے لئے وقف کر دینا بہتر ہے۔ کیونکہ اپنی نفی کر کے حق کا اثبات کرنا ہی حقیقی سلطنت ہے جیسا کہ شیخ فریدالدین عطارؒ فرماتے ہیں ؎

شو بباطن ربوبیت پرواز کن بباطن عبودیت اقرار

(اقلیم باطن یعنی ربوبیت میں پرواز کر اور اپنی نفی کر کے اقرارِ عبدیت کر)

تعلیم شکر کھانا کھانے کے بعد خواجہ علیہ رحمہ فرمایا کرتے تھے ؎

شکر گفتن کے توانم در خورِ نعمائے تو شکر نعمت ہائے تو چندانکہ نعمت ہائے تو

(میں تیری نعمتوں کے مطابق کب تیرا شکر بجا لا سکتا ہوں کیونکہ جس طرح تیری نعمتیں بیشمار ہیں مجھ پر بھی لا انتہا شکر واجب آتا ہے)۔ نیز فرمایا ؎

بے یادِ تو من قرار نتوانم کرد احسان ترا شمار نتوانم کرد

(اے دوست تیری یاد کے بغیر مجھے قرار نہیں اور تیرے احسانات کا شمار نہیں)

جب آپ کسی کی دعوت پر جا کر طعام تناول فرماتے تو یوں کہتے تھے ؎

صاحب ایں طعام را یارب از بلائے زماں امانش دہ

من ندانم کہ چیست مقصودش آنچہ مقصود است آنش دہ

(یا اللہ صاحبِ دعوت کو بلاہائے دنیا سے امان دے مجھے معلوم نہیں اس کی دلی مراد کیا ہے خیر جو کچھ اس کی دلی مراد ہے عطا کر) ان اشعار میں آپ حق تعالےٰ کا شکر بھی ادا کرتے ہیں اور صاحبِ دعوت کے لئے دعا بھی کرتے ہیں۔

میت پر فاتحہ خوانی کی بجائے اشعار خوانی ایک دفعہ حضرت اقدس نے فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ سے پوچھا کہ آپ کے جنازہ پر قرآن مجید کی کونسی آیت پڑھی جائے آپ نے جواب دیا کہ قرآن پڑھنا بڑی چیز ہے یہ اشعار پڑھنا ؎

Marfat.com

چیست خوب تر در ہمہ آفاق کار — دوست رسد نزدِ دوست یار نزدِ یار

(دنیا میں اس سے بہتر اور کیا کام ہے کہ دوست پہنچ جائے دوست کے آغوش میں)

چنانچہ حضرت اقدس فرمایا کرتے تھے کہ میرے جنازہ پر یہ اشعار پڑھنا ؎

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو — شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

(یارب ہم مفلس اور نادار ہیں یعنی کوئی عمل ہمارے پاس نہیں ہے بس اپنے حسن وجمال کے صدقے کچھ بھیک مل جائے) نیز فرمایا ؎

اتوب الیک یا رحمٰن مما جنیت وقد تکاثرت الذنوب

فاما من ھوی لیلی وترکی زیارتھا فانی لا اتوب

(اے اللہ میں گناہوں سے توبہ کرتا ہوں لیکن جس چیز کو لوگ گناہ سمجھتے ہیں یعنی عشق و محبت میں اس سے توبہ نہیں کرتا اور نہ ہی ارادۂ دیدار ترک کرتا ہوں۔

سنی مذہب پر اظہارِ شکر

آپ فرمایا کرتے تھے ؎

صد شکر کہ سنّی ام نیم معتزلے — مانندِ سبّی نہ دارم دغلی

بر زعم روافض وخوارج ہر دم — بوبکرؓ و عمرؓ گویم عثمانؓ و علیؓ

(خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے فرقۂ اہلِ سنت و جماعت میں شامل فرمایا ہے نہ میں معتزلہ ہوں نہ گالی دینے والوں کی طرح کسی سے بغض اور دشمنی رکھتا ہوں مثل روافض اور خوارج بلکہ میں ہر وقت یا ابوبکرؓ یا عمرؓ یا عثمانؓ یا علیؓ پکارتا ہوں) کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ ہوں یعنی نہ ان کو برا کہے اور نہ تکلیف پہنچائے۔

حقیقی حج

حضرت خواجہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے ؎

Marfat.com

اے قوم بہ حج رفتہ کجائید کجائید معشوق دریں جاست بیائید بیائید

(اے لوگو، تم جو حج کو جاتے ہو کہاں ہو یعنی کہاں جاتے ہو یہاں آؤ محبوب یہاں ہے)
اس کا مطلب یہ ہے جو لوگ ظاہری حج کی طرف اس قدر مائل اور راغب ہیں ان کو آپ تلقین کر رہے ہیں کہ حج حقیقی یعنی طلب حقیقت کے لئے یہاں آؤ اور محبوب حقیقی جو ارباب تحقیق کا کعبہ ہے کا قرب و وصال حاصل کرو۔ یعنی جس جگہ جاؤ اس سے محروم نہ رہو بلکہ قرب و معیت میں رہو۔ جیسا کہ کسی نے فرمایا ہے ؎

جلوہ بر من مفروش اے ملک الحاج کہ تو خانہ مے بینی و من صاحب خانہ بینم

(اے حاجیوں کے کارواں سالار میرے سامنے شیخی مت کر کیونکہ تو خانۂ خدا کو دیکھتا ہے اور میں صاحب خانہ کو یعنی خدا کو دیکھتا ہوں [1])

کسی نے خوب کہا ہے مؤلف کے خیال میں خواجہ حافظ شیرازی ہیں ؎

کعبہ بن گاہِ خلیلِ آزر است دل گزرگاہِ جلیلِ اکبر است

(کعبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی جائے قیام ہے لیکن دل رب العزت کی قیام گاہ ہے [2])

ایک اور بزرگ نے فرمایا ہے ؎

خرِ عیسیٰ اگر بہ مکہ رود چوں بیاید ہنوز خر باشد

---

[1] یہاں روایت باری تعالیٰ کا مسئلہ چھڑ جاتا ہے۔ عرفا کا قول یہ ہے اس دنیا میں بھی رویتِ حق حاصل ہوتی ہے لیکن چشمِ سرّ سے یعنی باطنی آنکھوں سے۔ کیونکہ ظاہری آنکھیں محدود ہیں لا محدود کو نہیں پا سکتیں۔

[2] حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ نہ میں اپنی زمین میں سما سکتا ہوں نہ اپنے آسمانوں میں بلکہ اپنے بندۂ مومن کے قلب میں سما سکتا ہوں۔ ایک اور حدیث میں قلب کو عرشِ باری تعالے کہا گیا ہے۔

(اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گدھا مکہ معظمہ جائے تو جب واپس آئے گا گدھا ہی ہوگا)
کسی نے خوب کہا ہے ؎

در کعبہ اگر دل سوئے غیر است ترا — طاعت ہمہ فسق است و کعبہ دیر است ترا
گر دل بحق است و ساکن بتکدہ — خوش باش کہ عاقبت بخیر است ترا

(۱۔ کعبہ کے اندر اگر تیرا دل غیر اللہ کی طرف مائل ہے تو تیری عبادت فسق ہے اور کعبہ تیرے لئے بت خانہ ہے کیونکہ بت خانہ میں بھی دل میں غیر اللہ کی محبت غالب ہوتی ہے۔ ۲۔ لیکن اگر بت خانہ میں تیرا دل حق کے ساتھ پیوستہ ہے تو مبارک باد کہ تیری عاقبت بالخیر ہے۔)
مؤلف کا خیال ہے کہ یہ اشعار سعدیؒ کے ہیں۔

حضرت اقدس یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ؎

جاہلاں تعظیم مسجد مے کنند — در جفائے اہل دل جد مے کنند
آں مجاز است ایں حقیقت اے خراں — نیست مسجد جز درون سروراں (رومیؒ)

(جاہل مسجد کی تعظیم کرتے ہیں لیکن اہلِ دل کو تکلیف دیتے ہیں۔ اُن گدھوں کو یہ معلوم نہیں کہ مسجد مجاز ہے اور اہلِ اللہ کے قلوب حقیقت ہیں کیونکہ حقیقی مسجد ولی اللہ کا قلب ہے کیونکہ حدیث مذکورہ کے مطابق مومن کا قلب اللہ تعالےٰ کا عرش ہے) مثنوی میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ نے حضرت بایزید بسطامیؒ سے مندرجہ ذیل نصیحت کی اور آپ نے اس پر عمل کیا۔ نصیحت یہ ہے ؎

گفت طوفے کن بگردم ہفت بار — واں نکو تر از حج شمار
واں درم ہا پیشِ ما نہ اے جواد — داں کہ حج کردی و حاصل شد مراد

(حضرت بایزید بسطامیؒ حج پر جا رہے تھے کہ ایک بزرگ نے ان سے کہا کہ حج پر مت جاؤ بلکہ سات مرتبہ میرا طواف کر لو حج ہو جائے گا اور یہ رقم جو زادِ راہ کے لئے لے جا رہے ہو مجھے دے دو میں فقراء میں تقسیم کر دوں گا چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور ان کی مراد

Marfat.com

حاصل ہوگئی۔ رقم شیخ کے حوالے کی انہوں نے اسے فوراً فقراء میں تقسیم کر
یہ کہ توجہ فرض ہے اور اس کے بغیر کوئی فرض درست نہیں ہوتا۔

خود بینی اور عیب جوئی سے پرہیز

ایک دفعہ حضرت اقدس نے فرمایا سہ

مرا پیر دانائے مرشد شہاب | دو انداز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ بر غیر بد بیں مباش | دگر آنکہ بر خویش خود بیں مباش

(شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے پیر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ نے دریائی سفر کے دوران مجھے دو نصیحتیں کیں۔ ایک یہ کہ دوسروں کی عیب جوئی نہ کرو دوسری یہ کہ خود بینی سے پرہیز کرو یعنی اپنے آپ کو بزرگ مت خیال کرو۔)

ان دونوں باتوں کا مقصد فنائے نفس اور دوئی کو مٹانا ہے۔ جب دوئی مٹ جاتی ہے۔ محبتِ الٰہی حاصل ہوتی ہے اور اپنے آپ کو دیکھنا اور غیر کو دیکھنا سب ختم ہو جاتا ہے سب حق کا دیکھنا بن جاتا ہے۔ چنانچہ برائی کا صادر ہونا حق تعالےٰ کی طرف نہیں ہوتا کیونکہ حق تعالےٰ سے سب نیکی کا صدور ہوتا ہے۔ اگرچہ شریعت اور طریقت میں نیکی اور بدی ثابت ہوتی ہے لیکن بدی ایک نقطۂ نگاہ سے بدی بن جاتی ہے۔ بدی کا وجود حقیقت میں نہیں ہے۔ چنانچہ چوری، زنا، دوسروں کے حال معلوم کرنا۔ تکبر وغیرہ گناہ کے کام ہیں (لیکن ایک خاص حالت میں گناہ نیکی بن جاتے ہیں[۱])

۱۔ مثلاً آگ کو لیجیئے آگ کو اگر ہانڈی کے نیچے رکھا جائے تو خیر ہے۔ اگر چھپر کے اوپر رکھا جائے تو شر ہے۔ اسی طرح زنا اگر غیر محرم سے کیا جائے تو شر ہے اپنی بیوی کے ساتھ یہ فعل خیر ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ لہٰذا عارفین کا قول ہے کہ شر محض یعنی خالص شر (UNMIXED EVIL) کا وجود نہیں ہے بلکہ ہر چیز کا استعمال اسے خیر و شر یا نیکی اور بدی میں تبدیل کر دیتا ہے۔ حدیث میں متکبر کے سامنے تکبر کرنے کا حکم بھی آیا ہے۔

Marfat.com

تین عجیب آدمی اس سلسلے میں فرمایا کہ تین شخص ہیں ایک وہ اندھا جو اندھا ہونے کے باوجود چھوٹی چیزیں دیکھ لیتا ہے۔ دوسرا بہرہ ہے لیکن پھر کم آواز سن لیتا ہے تیسرا وہ ننگا جو اس فکر میں ہے کہ میرے کپڑے چور لے جاتے گا۔ پہلا وہ شخص ہے جو اپنے عیب دیکھنے میں اندھا ہے یعنی لوگوں کے عیب خوب دیکھتا ہے۔ دوسرا وہ جس کو اپنے ایمان کی خبر نہیں لیکن دوسروں کے ایمان پرکھنے کی فکر میں ہے تیسرا وہ شخص ہے جسے یہ یقین نہیں ہے کہ موت کے وقت کفن بھی ملے گا یا نہیں لیکن زندگی میں ہر وقت اپنے کپڑے اور مال و متاع کو چوروں سے محفوظ کرنے کی فکر میں ہے۔

شادی سے پرہیز فرمایا مجھے شادی سے پرہیز تھا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ سرخ کپڑے پہنے ہوئے ہوں۔ یہ دیکھ کر مجھے افسوس ہوا۔ جب بیدار ہوا تو خوش ہوا کہ یہ خواب تھا بیداری نہ تھی۔

بروں سے نیکی کرنا جوانمردی ہے ایک دن فرمایا کہ نیکوں سے نیکی کرنا گدھے کا کام ہے (یعنی گدھے کو جو گھاس کھلاتا ہے اس کا سامان اٹھاتا ہے)۔ بروں سے برائی کرنا کتے کا کام ہے (یعنی جو شخص اس کو مارتا ہے وہ اسے کاٹتا ہے)۔ لیکن جوان مرد وہ ہے جو بروں سے نیکی کرے جیسا کہ سعدیؒ نے کہا ہے ؎

اگر مردی احسن الیٰ من اساءا

(اگر تو مرد ہے تو نیکی کر اس کے ساتھ جس نے برائی کی تیرے ساتھ)

تاکید روزۂ نفلی آپ نے فرمایا کہ ایام بیض کے روزے، ماہِ شعبان میں دس روزے اور ماہِ شوال میں چھ روزے بہت اعلیٰ چیز ہے۔

طبیعت میں گرمی و خشکی کا علاج فرمایا ایک دن میرے جسم میں گرمی اور خشکی کا زور تھا۔

عا یہ دراصل حدیث ہے کہ جو شخص تیرے ساتھ برائی برے تو اس کے ساتھ نیکی کر۔

Marfat.com

میں مولوی نور اللہ کا مہمان تھا۔ انہوں نے میرے لئے پراٹھا تیار کرایا اور اس پر کافی مکھن رکھا۔ اور دودھ کے پیالے کے ساتھ میرے سامنے لاکر رکھ دیا۔ میں نے وہ مکھن جو پگل کر گھی بن بن چکا تھا دودھ میں ڈالا اور پی لیا۔ اس سے میری تکلیف جاتی رہی۔ آپ ہر بات اشاروں میں کرتے تھے۔ پہلی بار لوگ نہیں سمجھتے تھے جب آپ صراحت فرماتے تو سمجھ میں آتا کہ کیا فرما گئے ہیں۔

اجازت شیخ کے بغیر انکی کوئی چیز لینا

فرمایا ایک دفعہ اس مسکین نے حضرت قبلہ عالم مہاروی قدس سرہٗ کی خدمت میں ایک قرآن مجید محشی (حاشیہ دار) اور قرآن القرآن بطور ہدیہ دیا۔ اس روز حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی قدس سرہٗ کی اولاد میں سے ایک صاحب زادہ موجود تھے۔ انہوں نے حضرت اقدس کی اجازت لئے بغیر قرآن مجید اٹھایا اور چلے گئے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کاش کہ مجھ سے اجازت لے کر اٹھاتے۔

قوت مردمی کا نسخہ

فرمایا ایک شخص جو نامرد تھا میرے پاس آیا اور اپنی بیوی کو طلاق دینے کی باتیں کر رہا تھا۔ اتفاق سے مولوی امام الدین ابن مولوی صالح محمد دائرہ والے آگئے اور انہوں نے نسخہ مقوی باہ بتایا۔ وہ نسخہ یہ ہے۔

شنگرف ایک تولہ۔ سیماب (پارہ) ایک تولہ۔ زرنیخ زرد ایک تولہ۔ سنکھیا سفید نصف تولہ سنکھیا زرد نصف تولہ۔ منجھل سرخ ایک تولہ۔ پہلے تمام ادویات کو بغیر سیماب ملا کر سحق (کوفتہ بیختہ) کیا جائے۔ جب باریک ہو جائے شیر زہوک بمقدار ایک سیپ اس میں ملائے۔ اس کے بعد پارہ ملا دے۔ جب خشک ہو جائے مزید دودھ ڈالے اسی طرح شیر زہوک سات تولہ ڈالکر چوبیس پہر سحق کرے اور سایہ میں رکھ کر خشک کرلے تاکہ منجمد ہو جائے۔ اس سے عضوِ تناسل پر اس طریقے سے طلا کرے کہ عضو تناسل کے نیچے والی رگیں جو خصیہ کے محاذی ہیں انکو طلا نہ کرے۔ اس کے بعد حشفہ کے ساتھ گرم پانی سے دھو ڈالے اور جامہ تک سے مالش کرے اور طلا کرے اس کے بعد ہر تولی کا پتا اوپر باندھ دے۔ دوسرے دن بھی مذکورہ بالا پانی سے دھو کر طلا کرے۔ یہ عمل تین دن تک کرے۔

Marfat.com

حضرت اقدس نے فرمایا کہ حق تعالے کے فرمان وَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ (والدین کو اُف تک نہ کہو) کا مطلب یہ ہے کہ والدین کو گالی گلوچ اور مارپیٹ بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ معنی بطریق اشارہ ہے نہ کہ بطور صراحت۔ جس طرح قرآن مجید کی آیت للذکر حظ انثیین (لڑکے کا وراثت میں دو لڑکیوں کے برابر حصّہ ہے۔) میں صرف دو لڑکیوں کے لیے ثلث کا حکم اشارۃً نکلتا ہے نہ کہ صراحۃً۔ ویسے تو اس آیت کی رُو سے ایک لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصّہ ملتا ہے لیکن اگر والدین کی وارث صرف دو لڑکیاں ہوں تو فقہا نے اس آیت کی رُو سے اشارۃً ان کے لیے ایک ثلث حصّہ اخذ کیا ہے۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے اعتقہ عنی بالف پس ملکیت وہ ہے جس میں حق اشترا ثابت ہو اس وجہ سے کہ اعتقاق بغیر ملکیت محال ہے۔

حضرت حافظ جمال اللہ کے ساتھ ایک سفر

ایک دن فرمایا کہ میرے مرشد علیہ رحمۃ کا دستور تھا کہ جب کسی طرف جاتے تو مجھے بھی ہمراہ لے جاتے تھے۔ ایک دن میں مسجد میں حضرت شیخ کی خدمت بیٹھا تھا جب آپ مسجد سے باہر تشریف لائے۔ تو میں بھی ساتھ آیا۔ اس وقت میرا لباس ایک پاجامہ، چادر اور ٹوپی پر مشتمل تھا۔ مسجد سے نکل کر آپ ایک طرف روانہ ہو گئے۔ میں بھی ساتھ چلا گیا۔ راستے میں ایک شخص ملا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اس کے یعنی میرے گھر پہ جا کر اطلاع دے دینا کہ اس کا انتظار نہ کریں ہم کوٹ شجاع آباد تک جا رہے ہیں۔ جب کچھ سفر طے ہو گیا تو آپ نے حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے فاتحہ کی روٹی جو آپ کے ساتھ تھی، نکال کر تناول فرمائی اور مجھے بھی عنایت فرمائی۔ اس روز شدّت کی گرمی تھی۔ آپ کے پاس ایک گلیم تھی جو آپ کو اپنے شیخ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی

قدس سرہٗ سے ملی تھی اور آپ کو حضرت محب النبی مولانا فخر دہلوی قدس سرہٗ سے ایک حالتِ خاص میں حاصل ہوئی تھی۔ یہ گلیم میرے شیخ علیہ الرحمۃ (یعنی حضرت حافظ جمال اللہ) نے اپنی شادی کے دن زیب تن فرمائی تھی۔ اس روز حضرت شیخ نے وہ گلیم مجھے عنایت فرمائی تاکہ گرمی سے بچ سکوں۔ مَیں نے اُس گلیم کو اپنے اوپر لپیٹ لیا تھا۔ جب ہم حضرت مولانا علی محمد لاہری کے مکان پر پہنچے تو انہوں نے کھانا تیار کرانے کی خواہش ظاہر کی لیکن حضرت شیخ نے فرمایا کہ ہم نے کھا لیا ہے۔ اس کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر ہم عصر کے وقت کوٹ شجاع آباد پہنچے۔ حضرت شیخ کے اس سفر کی غرض و غایت ایک رئیس کو ملنے کی تھی جو کوٹ شجاع آباد کے قریب رہتا تھا۔ ہم نے ایک مسجد میں رات بسر کی جو کوٹ شجاع آباد کے اندر تھی۔ وہاں کچھ لوگ آئے اور حضرت شیخ کی ٹانگیں دبانا شروع کیں۔ آپ نے فرمایا کہ خدا بخش کی ٹانگیں بھی دباؤ۔ چنانچہ ایک شخص نے آکر میری ٹانگوں کو دبانا شروع کیا جس سے میرے جسم میں درد ہونے لگا۔ لیکن حضرت شیخ کے ادب کی وجہ سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا۔ اُس وقت ایک شخص آیا جس کے لیے حضرت کھڑے ہو گئے۔ مَیں بھی حضرت اقدس کی متابعت میں کھڑا ہو گیا لیکن نہ پھر سویا۔

حضرت شیخ نے فرمایا کہ ایک دن حضرت قبلۂ عالم مہاروی قدس سرہٗ قصبہ حاڑی سے جو مہاران سے پاکپتن شریف کے راستے میں بیس کوس کے فاصلہ پر ہے واپس آ رہے تھے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اگر حضرت اقدس نے مجھے تیز گھوڑا عنایت فرمایا تو کس طرح آپ کے گھوڑے کے پیچھے رہ سکوں گا۔ چنانچہ آپ نے مجھے ایک تیز گھوڑا عنایت فرمایا اور خود اس سے زیادہ تیز گھوڑے پر سوار ہوئے۔ راستے میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی جس کا نام مولوی الیاس تھا۔ وہ بہت ظریف آدمی تھے آپ نے اس کے گھر جانے کا قصد فرمایا تو اس نے

Marfat.com

خوش طبعی سے عرض کیا کہ راستہ یہی ہے حضرت اقدس نے فرمایا ؎

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد فدائے یک تن بیگانہ کاشنا باشد

(ہزار وہ رشتہ دار جو خدا سے بیگانہ ہوں ایک ایسے بیگانہ پر قربان جو خدا کا دوست ہے۔) میں نے کہا جس شخص پر نظر کرم ہو جائے خوش قسمت وہی ہے۔

بارش برسانے کا نیا طریقہ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک دن نواب صاحب وزیر کی حیثیت سے بادشاہ کے پاس بیٹھے تھے۔ لوگوں نے آکر خشک سالی اور بارش نہ ہونے کی شکایت کی۔ نواب صاحب نے کہا کہ کل بارش ہو گی۔ یہ سُن کر لوگ حیران ہوئے کہ کس طرح غیب کی خبر دے رہے ہیں۔ دوسرے دن نواب صاحب نے تمام علماء اور فقراء کو دعوت دی اور مکلف کھانے تیار کرائے۔ اس کے بعد تمام کھانے لے کر صحرا کی طرف چلے گئے جہاں پانی کا نام ونشان نہ تھا۔ جب تمام علماء اور فقراء نے کھانا کھایا تو پانی طلب کیا۔ نواب صاحب نے کہا یہاں پانی تو نہیں ہے پانی خدا تعالیٰ سے طلب کریں۔ یہ کہنا تھا کہ بارش ہونے لگی اور تمام مخلوقات سیر ہو گئی۔

نیز فرمایا کہ ایک واعظ وعظ میں کہہ رہا تھا کہ جو شخص جمعہ کے دن مر جائے اس کو اس قدر ثواب ملتا ہے کہ بے حساب جنت میں جاتا ہے۔ یہ سُن کر ایک شخص نے گھڑے میں ریت بھر کر اپنے گلے سے باندھ لیا اور گہرے پانی میں کود پڑا۔ حضرت اقدس کے ایک خادم میاں محمد یار کو جب اس بات کا علم ہُوا تو اسے باہر نکال لیا۔

نیز فرمایا کہ ایک دفعہ نواب صاحب نے ایک غزل تیار کی اور حضرت قبلۂ عالم مہاروی کی خدمت میں پیش کرنے کی خاطر حاضر خدمت ہوئے۔ جب حضرت اقدس مجلس سے اٹھنے والے تھے تو انہوں نے یہ مصرعہ لکھ کر پیش کیا ؎

Marfat.com

خدا را سوئے مشتاقاں نگاہے

(خدا کے لیے مشتاقانِ دیدار کی طرف ایک نگاہ کرم ہو۔)

اس وقت حضرت اقدس اپنی لنگی سے کمر بستہ تھے۔ آپ نے کاغذ کا وہ ٹکڑا لے کر مجھے دیا۔ اس سے میں سمجھ گیا کہ مجھے ساتھ لے جانے کا ارادہ رکھتے ہیں چنانچہ احقر نے حضرت اقدس کا جوتا سیدھا کیا اور حضرت وہاں سے روانہ ہو کر نواب صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت اقدس، نواب صاحب اور اس غلام کے سوا کوئی نہیں تھا۔ نواب صاحب کے قوالوں نے قوالی کی اور خوب محلس گرم رہی اس کے بعد کسی نے آکر اطلاع دی کہ کوئی امیر آدمی زیارت کے لیے آیا ہوا ہے اور باہر انتظار کر رہا ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ابھی وقت نہیں ہے۔

کمالِ ادب

نیز فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت قبلہ عالمؒ نے میرے شیخ علیہ الرحمۃ کے پاس تین طالب علم بھیجے کہ اس دعاگو (خواجہ خدا بخش) کے سپرد کیے جائیں اور ان کی تعلیم میں کوتاہی نہ کی جائے۔ جب مجھے اسبات کا علم ہوا تو قبل اس کے کہ حضرت اقدس مسجد میں تشریف لاتے میں نے حاضرِ خدمت ہو کر تسلی دی کہ ان کی تعلیم کی طرف پوری توجہ دی جائے گی۔ اس کے بعد حضرت اقدس (حافظ جمال اللہ) نے حضرت قبلہ عالم مہاروی قدس سرہٗ کی خدمت میں خط لکھا کہ میں نے خدا بخش کو طالب علموں کے حوالہ کر دیا ہے[1]۔ جب یہ خط حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچا تو آپ اور دیگر حاضرینِ مجلس حیران ہو کر کہنے لگے کہ خوب ہے استاد کو شاگردوں کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ غرضیکہ حضرت قبلہ عالم بہت خوش ہوئے۔

---

[1] چونکہ طالبعلم حضرت قبلہ عالم مہاروی کی طرف سے آئے ہوئے تھے اسلیے کمال ادب سے حضرت حافظ جمال اللہ نے اپنے شیخ کی خدمت میں یہ اطلاع دینے کی بجائے کہ طالب علموں کو استاد (خواجہ خدا بخش) کے حوالہ کر دیا ہے یہ لکھا کہ استاد کو طالب علموں کے سپرد کر دیا ہے۔ سبحان اللہ! کس قدر ادب ہے۔

Marfat.com

نیز فرمایا کہ حضرت مخدوم شریف الدین حسینؒ عالم تھے اور علم حدیث بہت پڑھے تھے۔ چنانچہ بہت سے مولوی صاحبان آپ کے پاس آتے تھے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ مخدوم صاحب سبق پڑھتے ہیں اور مولوی صاحبان پڑھاتے ہیں لیکن معاملہ برعکس تھا حضرت مخدوم صاحب پڑھاتے تھے اور وہ لوگ پڑھتے تھے۔ نیز ان کو دنیاوی مفاد بھی ہوتا تھا۔ آپ کسی کو پانچ روپے ماہوار دیتے تھے کسی کو تین روپے اور کسی کو دو روپے ماہوار دیتے تھے۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم مہاروی قدس سرہٗ کے مجاور میاں غلام رسول نے حضرت قبلہ حافظ جمال اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ضعیف ہو گئے طاقت کی دوائی کیوں نہیں استعمال فرماتے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص مجھے یہ لکھ کر دے دے کہ تجھے اس دوائی سے صحت ہو جائے گی تو میں وہ دوائی استعمال کروں گا۔ فرمایا کہ میری خواہش یہ ہوتی ہے کہ بھوک کم لگے نہ کہ زیادہ لگے[۱]۔ ایک دفعہ فرمایا کہ ایک شخص نے کہا کہ میرے پاس ایک دوائی ہے جو بہت مقوی ہے اور ایک روپے کے برابر تول کر دیتا ہوں۔ آپ پسند فرمائیں تو لے لیں اور ایک تنکے پر دوائی اٹھا کر پتاشے میں رکھیں اور روزانہ ایک تنکہ بھر دوائی کھا لیا کریں بہت طاقت دے گی۔ یہ سنتے ہی ایک شخص اٹھا اور بازار سے پنج قیصرہ کے پتاشے لایا، میں نے وہ ساری دوائی ایک پتاشے میں ڈال کر یکبارگی کھا لی۔ اس وجہ سے کہ کون روزانہ تکلیف کرے۔ بعد میں کسی نے پوچھا کہ اس سے کوئی فائدہ بھی ہوا یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کچھ نہیں۔

تمام امراض کا علاج ایک دن اس غلام نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور کو خشکی لاحق ہو گئی ہے لعاب بہی دانہ اس کیلئے مفید ہے۔ یہ سن کر آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

---

[۱] بعض اوقات لوگوں کو شکایت ہوتی ہے کہ بھوک کم لگتی ہے اس وجہ سے کہ وہ کھانے کا شوق رکھتے ہیں۔

Marfat.com

اے دوائے نخوت و ناموس ما　　اے تو افلاطون و جالینوس ما

(مولانائے روم عشق کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اے عشق تو ہماری امراض کا علاج ہے اس لیے تُو ہمارے لیے حکیم افلاطون اور جالینوس ہے۔)

مطلب یہ کہ عشقِ الٰہی ہماری تمام امراض و شکایات کے لیے کافی ہے۔ نیز فرمایا کہ میں نے بھوک بڑھانے کے لیے کوئی دوا استعمال نہیں کی اور نہ قوتِ باہ کے لیے۔ جب کوئی دوائی کہیں سے مل جاتی تھی تو دوسروں کو دے دیتا تھا۔ اس کے بعد خواجہ عبداللہ نے عرض کیا کہ حضور آپ نے فرمایا تھا کہ جب خدا تعالیٰ کسی کو دولت دیتا ہے تو وہ تعمیرِ مکانات پر، عمدہ غذا پر اور قوتِ باہ کے حصول کے لیے خرچ کرتا ہے آپ نے فرمایا مجھے یہ علت ہے کہ جو رقم آتی ہے میں تعمیرِ مکانات پر خرچ کرتا ہوں اس پر اس احقر نے عرض کیا کہ حضور یہ بھی آپ کا بے حساب فیض ہے کیونکہ آپ جو مکانات تعمیر کراتے ہیں وہ مہمانوں کی خاطر ہوتے ہیں یا آپ مساجد تعمیر کراتے ہیں، یا کنوئیں بنواتے ہیں جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ نیز آپ تعمیر کے کاموں میں اسراف بھی نہیں فرماتے ہیں۔ اور نہ زیبائش کا خیال رکھتے ہیں نہ بے فائدہ کوئی چیز بنواتے ہیں، اس میں کیا ہرج ہے۔

چور کو نامراد نہ کیا

ایک دفعہ فرمایا کہ حضرت قبلۂ عالم کے خلیفہ کلاں حضرت خواجہ نور محمد نارووالہ اپنے بیٹے کی شادی کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے تمام سامان جمع کیا لیکن رات کے وقت بلوچ لوگ جو چوری پیشہ تھے آئے اور سارا سامان چرا کر لے گئے۔ ایک چور حضرت شیخ کے حجرہ میں داخل ہوا لیکن کچھ نہ پایا اور خالی باہر جا رہا تھا کہ حضرت اقدس نے اس کو بلا کر فرمایا کہ اس گھڑے کے اندر ایک لنگی رکھی ہے اسے لے جاؤ۔ وہ لنگی رات کو خادم نے سنبھال کر گھڑے میں رکھی تھی۔ چنانچہ چور لنگی اٹھا کر چلا گیا۔ لیکن خدا کارساز ہے شادی وقت مقررہ پر

ہوئی اور سب سامان پہلے سے بھی زیادہ میسّر ہو گیا۔

ایک دن احقر راقم الحروف اور مخدوم سید حامد صاحب کو حضرت اقدس نے رخصت کیا اور خود کسی شخص کی دعوت پر تشریف لے گئے۔ احقر نے عرض کیا کہ حضور یہ رخصت جسمانی ہو روحانی نہ ہو۔ آپ نے فرمایا ؎

قرب روحی بشما دارم و فقدِ بدنی ہمچو در وقتِ نبی خواجہ اویس قرنی

(تمہارے ساتھ مجھے روحانی قرب ہے خواہ جسمانی فقدان (ہجر) ہو جس طرح حضرت خواجہ اویس قرنی کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا)۔

ایک دن حضرت اقدس نے اپنی خانقاہ میں احقر سے فرمایا کہ مجھے کہاں تک پہنچاؤ گے۔ عرض کیا کہ جو حضور کی مرضی ہو۔ یہ سن کر آپ نے یہ مصرعہ پڑھا ؎

نہ مثلِ زبیدہ است ہر بیوہ

(ہر بیوہ زبیدہ کی طرح نہیں ہے)۔ غالباً اس مصرع سے آپ کا اشارہ اس حدیث کی طرف تھا علیکم بدین عجائز[1] (تم لوگ مدینہ کی بوڑھی عورتوں کا سا مذہب یعنی عقائد رکھو)۔ واللہ اعلم۔

نیز فرمایا ایک دن حضرت مولانا فخرالدین دہلوی قدس سرہٗ کی خدمت میں کسی شخص نے ایک آدمی کے منہ پر تھپڑ مارا جس سے آپ بہت ناراض ہوئے۔ نیز فرمایا کہ اسم ذات اس طرح پر لکھا ہوا اللہ اللہ اللہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی قدس سرہٗ کی طرف سے حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ کو بطور تعویذ ملا تھا

---

[1] اس حدیث میں مدینہ کی سی بوڑھی عورتوں کے عقائد رکھنے کی تاکید آئی ہے کیونکہ مدینہ کی بوڑھی عورتیں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قیامت، حشر نشر، دوزخ و بہشت پر ایمان رکھتی تھیں اور نماز، روزہ پابندی سے ادا کرتی تھیں۔ مطلب یہ ہے کہ عام لوگوں کیلئے یہی کافی ہے۔ البتہ خواص کے لیے بلند مراتب اور زیادہ مجاہدات ہیں۔

Marfat.com

نیز فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد ملتان تشریف لے گئے آپ کے ہمراہ تمام خلفاء تھے اور قدرے بارش ہو رہی تھی۔ جب ملتان سے روانگی ہوئی تو یہ فقیر (خواجہ خدا بخش) حضرت اقدس کے پیچھے جا رہا تھا۔ جب شیر خان کے باغ پر پہنچے تو آپ نے اپنا گھوڑا روک لیا۔ سب لوگ منتظر تھے کہ کس وجہ سے آپ یہاں رک گئے ہیں اس کے بعد اس فقیر کو بلا کر رخصت فرمایا اور دو روپے بطور انعام مراحمت فرمائے۔ بات یہ ہے کہ میرا چھوٹا بھائی بیمار تھا اور میرا ملتان میں رہنا ضروری تھا۔

نیز فرمایا کہ یہ اکثر لوگ جو کہتے ہیں "امان ما حوالہ خدا تعالیٰ" (ہم خدا تعالیٰ کے سپرد ہیں) یہ بہت اچھے الفاظ ہیں اور اس حدیث پاک کے مطابق ہیں۔

وأنا أشهد بما أشهد الله به وأستودع الله هذه الشهادة وهي لي عنده وديعة بعده شهد الله تا عزيز الحكيم۔

یہ رات کو پڑھ کر سونا چاہیئے۔

کرشمۂ قدرت اور اسی بنار پر آپ نے ایک قصّہ بیان فرمایا۔ جو عوارف المعارف (مصنّفہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ) میں درج ہے۔ فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک باپ بیٹا حاضر ہوئے وہ دونوں ہمشکل تھے۔ باپ نے عرض کیا کہ مَیں تجارت کا کام کرتا ہوں۔ ایک دفعہ مَیں تجارت کے لیے سفر پر جا رہا تھا میری بیوی حاملہ تھی اور یہ بچّہ پیٹ میں تھا۔ جاتے وقت مَیں نے کہا کہ یہ حمل خدا تعالیٰ کے حوالے ہے۔ جب مَیں سفر سے واپس آیا تو میری بیوی مر چکی تھی مَیں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ اس کے حمل کا کیا ہُوا۔ لوگوں نے کہا حاملہ فوت ہوگئی تھی۔ جب مَیں اس کی قبر پر گیا تو مجھے قبر میں سے بچے کی آواز آئی جو دوسرے لوگوں نے بھی سنی۔ مَیں نے

قبر کھدوائی تو اندر سے لڑکا برآمد ہوا۔ غیب سے آواز آئی کہ تم نے اس عورت کا حمل ہمارے حوالہ کیا تھا اگر عورت کو بھی ہمارے حوالہ کرتے تو وہ بھی محفوظ رہتی۔ یہ وہی میرا لڑکا ہے۔

کمالِ انکسار نیز فرمایا کہ میرا حال حجرِ اسود کا سا ہے لوگ حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہیں اور وہ سیاہ ہے[1]۔ راقم الحروف (حضرت مولانا عبیداللہ) کہتا ہے کہ حضرت اقدس کا یہ فرمانا حضرت شیخ ابو مدین قدس سرہٗ[2] کے فرمان کے مطابق ہے آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرا حال حجرِ اسود کی طرح ہے یعنی جو کچھ میرے پاس ہے میرا اپنا نہیں ہے بلکہ جس طرح حجرِ اسود کی سیاہی چومنے والے لوگوں کے اعمال کی وجہ سے ہے اسی طرح مجھے جو کچھ ملا ہے لوگوں کی خوش فہمی اور میرے ساتھ خوش عقیدگی سے ملا ہے۔

کمالِ ایثار نیز فرمایا کہ میرا حال اُس شخص کی طرح ہے جو خدا تعالیٰ سے یہ تین دعائیں مانگتا ہے کہ یا الٰہی شیطان کو موت دے۔ دوزخ کو بجھا دے اور میرے جسم کو اتنا بڑا کر دے کہ دوزخ اس سے پُر ہو جائے اور کسی دوسرے کے لیے اس کے اندر جگہ نہ بچے۔ مطلب یہ ہے کہ میں حضرت حق تعالیٰ سے ہمیشہ یہی چاہتا ہوں کہ سب لوگ دوزخ کے عذاب سے بچ جائیں اور جو عذاب ہونا ہے مجھ پر نازل ہو۔

نیز فرمایا کہ ایک شخص نے یہ شعر پڑھا ؎

شد رخِ یار بے حجاب صَلِّ علیٰ محمد

---

[1] آپ نے یہ ازراہِ کسرِ نفسی فرمایا کہ لوگ میرے ہاتھ چومتے ہیں لیکن میرا دل سیاہ ہے، حالانکہ آپ کا دل منور تھا۔ [2] حضرت شیخ ابو مدین کا مزار مبارک الجزائر میں ہے آپ دیارِ مغرب کے شیخ اعظم ہیں اور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے پیر و مرشد ہیں۔

دوست یعنی اللہ تعالیٰ کا چہرہ بے نقاب ہوگیا۔ درود وسلام ہو محمدؐ پر۔ مطلب یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ظہورِ حق ہے۔) اس شعر پر کسی نے اعتراض کیا تو میں نے اس سے کہا کہ تم نے اس کے معنی بھی سمجھے ہیں یا خواہ مخواہ اعتراض کر رہے ہو۔ مجھے حضرت خواجہ نور محمد نارووالہ نے اس بارے میں گفتگو کرنے سے منع فرمایا تھا۔ آپ نے مجھے اس وقت منع فرمایا تھا جب حضرت قبلہ عالم مہاروی کے مزار پر مولوی احمد یار ساکن فتح آباد اور مولوی غلام محمد کے درمیان وحدت الوجود پر بحث ہو رہی تھی اور میں نے اس بحث میں حصّہ لینا چاہا لیکن حضرت صاحب نارووالہ نے مجھے اس قسم کی گفتگو سے منع فرما دیا۔ اور فرمایا لکم دینکم ولی دین (تمہارے لیے تمہارا دین ہے ہمارے لیے ہمارا) اسی طرح جب مولوی قاسم اور مولوی عبدالرحمٰن بھڈیرا نے آپس میں مسئلہ وحدت الوجود پر بحث شروع کی اور اس احقر نے بطور تماشائی پاس آنے کا قصد کیا تو حضرت اقدس نے مجھے منع کر دیا۔

کشف و کرامات سے اجتناب

نیز فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت مولوی فخرالدین دہلوی قدس سرہٗ کا ایک مرید جن کا نام مولوی محمد اصلح تھا اور صاحبِ کشف تھا حضرت قبلہ عالم مہاروی کی خدمت میں اپنے کشف و کرامات کا حال بیان کر رہا تھا کہ میں نے یہ کیا اور وہ کیا۔ حضرت قبلہ عالم نے فرمایا اب تک تم اسی مقام میں ہو۔ یہ سن کر انہوں نے حضرت اقدس کا شکریہ ادا کیا اور اپنی خطا کا اعتراف کیا۔

نیز فرمایا کہ حضرت قبلہ عالم کا ایک مرید تھا جو چوبیس گھنٹے میں ایک دفعہ کھانا کھاتا تھا۔ ایک دن ایک ایسا شخص ان کے پاس آیا جس نے کئی روز سے کچھ نہیں کھایا تھا انہوں نے اپنا کھانا اس کو دے دیا اور اس طرح سولہ پہر گذر گئے

سولہ پہر کے بعد جب کھانا آیا تو ایک اور سوالی آگیا اور اس کو دے دیا۔ اس طرح کرتے کرتے آٹھ دن گزر گئے اور اس نے کچھ نہ کھایا لیکن اس کی طاقت بحال تھی۔ اس کے بعد وہ حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فوراً اس کے لیے کھانا منگوایا اور فرمایا کہ اتنے دن بھوکا رہنا گناہ ہے۔ کیونکہ اس سے دل میں فخر پیدا ہوتا ہے اور نفس موٹا ہوتا ہے۔

ملتان کی غارتگری کے وقت ثابت قدمی اور توکل

قاضی سلطان اعظم جو حضرت شیخ علی حیدر کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ فرماتے ہیں کہ جس زمانے میں قلعہ ملتان غارت ہوا حضرت خواجہ خدا بخش مع جملہ متعلقین نہایت خستہ حالی میں حضرت حافظ محمد جمال کی خانقاہ کے قریب ایک حویلی میں مقیم ہوئے اور بہاول پور جانے کا ارادہ کر رہے تھے تمام آدمیوں کا کھانا قطب الدین خان قصوریہ کے ہاں سے آتا تھا۔ قطب الدین خان کی خواہش یہ تھی کہ حضرت اقدس قصور یا لاہور تشریف لے چلیں۔ لیکن حضرت اقدس نے ان کی دعوت قبول نہ فرمائی اور فرمایا کہ ہم بہاول پور جانے والے ہیں۔ ایک دن عبدالصمد خان نے آدمی بھیج کر کہلا بھیجا کہ آپ ہمارے پاس آجائیں لیکن حضرت اقدس نے ان کی دعوت بھی قبول نہ فرمائی۔ جب قاصد چلا گیا تو آپ نے اپنے احباب سے فرمایا کہ بے کسی کی حالت میں جانا مناسب نہیں ہے۔ اس پر یہ شعر فرمایا ؎

گر گدا پیشرو لشکرِ اسلام   کافر از بیم توقع بردد تا درچین

(اگر ایک درویش لشکرِ اسلام کے آگے جائے تو کافر ڈر کے مارے چین تک بھاگتا جائے گا۔)

ایک عجیب مسئلہ وراثت اور آپ کی ذہانت

روایت ہے کہ جس زمانے میں حضرت حافظ محمد جمال

حضرت قبلۂ عالم مہاروی قدس سرہٗ کی خدمت میں آیا جایا کرتے تھے حضرت خواجہ خدابخش نے آپ کے ہمراہ جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ ان دنوں ایک افغان مولوی ساکن اندر کوٹ جو اخوند کے نام سے مشہور تھے اور حضرت اقدس سے کتاب خلاصۃ الحساب پڑھی تھی اس نے حضرت اقدس سے عرض کیا کہ فتاویٰ کی کتاب میں ایک عجیب مسئلہ دیکھا ہے وہ یہ کہ ایک آدمی مر گیا اور پیچھے ایک حقیقی بھائی اور ایک بیوی کا بھائی چھوڑ گیا۔ فتویٰ یہ ہے کہ اس کا حقیقی بھائی محروم ہے اور سارا مال اس کی بیوی کے بھائی کا ہے لیکن قبل اس کے کہ حضرت اقدس اس کا جواب دیتے آپ ملتان سے میاں صاحب مولانا عبدالرزاق ساکن قلعہ میلسیاں کے ہمراہ مہار شریف روانہ ہو گئے اور حضرت قبلہ عالم مہاروی قدس سرہٗ کی زیارت سے مشرف ہو کر واپس آ رہے تھے کہ راستے میں بستی دبلی میں جو موضع چھومن کے قریب حاصل پور کے نواح میں ہے فروکش ہوئے اور چارپائیوں پر لیٹ گئے۔ اس وقت مسجد کا مؤذن آیا اور میاں صاحب مولوی عبدالرزاق کے پاؤں کی طرف بیٹھ کر پاؤں دبانے لگا۔ وہ بڑے ذوق و شوق سے پاؤں دبا رہا تھا اور ان سرائیکی ابیات میں ایک معمّا بیان کر رہا تھا ؎

اے ماما ہوں چاچا تیرا — تیکوں سڈے بابا میرا
سوئی ہووے ڈاڈا تیرا — ایہ ہی سنڑو بھائی ہکو سوہرا ہکو جوائی
ایہہ عجائب سمجھ نہ آئی — سکّی نانی سکّی بھرجائی
ایہہ عجائب سنڑ توں بھیّا — سکّا ڈاڈا سکّا بھنڑ دیا
سنڑو لوکو ایہہ معمّا — دہی سس تے نوہ سکّی امّاں
جیکوئی ملّاں کرے بیان — ڈِدھی عاقل کھڑا پہچان

وہ آدمی یہ اشعار پڑھ رہا تھا اور بڑے فخر سے کہہ رہا تھا کہ دیکھیں کون اس

Marfat.com

کا جواب دیتا ہے۔ میاں صاحب ساکن میلسیاں یہ اشعار سُن کر حیران تھے جب حضرت خواجہ خدابخش نے یہ اشعار سُنے تو فرمانے لگے کہ اس سے زیادہ مشکل یہ مسئلہ ہے کہ ایک شخص فوت ہو گیا۔ اس نے ایک حقیقی بھائی اور بیوی کا بھائی پیچھے چھوڑا حقیقی بھائی محروم ہے اور اس کا سارا مال بیوی کے بھائی کو ملتا ہے۔

جب مسجد کے مؤذن نے یہ بات سنی تو اس نے آہ سرد لے کر ران پر ہاتھ مارا اور کہنے لگا کہ ہائے ہائے ان اشعار میں یہی صورتِ حال بیان کی گئی ہے۔ جب حضرت اقدس نے اس کی بات پر غور فرمایا تو فوراً آپ کے ذہن میں بات آگئی اور اپنے بیان کردہ مسئلہ کو ان اشعار کے ساتھ منطبق کر دیا۔ آپ نے فرمایا مثلاً ایک شخص ہے جس کا نام بخشو ہے اور اس کی لڑکی گاماں ہے۔ دونوں باپ بیٹی لاہور سے آئے ہیں۔ ملتان میں دو اور باپ بیٹی رہتے ہیں باپ کا نام ولایت ہے اور بیٹی کا نام عظمت ہے۔ اب بخشو نے عظمت سے نکاح کر لیا اور عیسیٰ پیدا ہوا اور گاماں نے ولایت سے نکاح کر لیا جس سے موسیٰ پیدا ہوا۔ اس صورتِ حال میں بخشو کا حقیقی بھائی عمر اس کا وارث نہیں ہو گا بلکہ اس کی زوجہ کا بھائی موسیٰ وارث ہو گا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ابن الابن یعنی پوتا ہے اور عیسیٰ موسےٰ کو کہتا ہے کہ تو میرا خال یعنی ماموں ہے اور میں تمہارا عم یعنی چچا ہوں اور میرا باپ تمہارا دادا ہے اور یہی دادا ولایت کی بیوی کا باپ ہے اور داماد بھی ہے اور موسےٰ کی بہن کا خاوند بھی ہے جس کا نام عظمت ہے اور ولایت عیسیٰ کی ماں کا باپ ہے نیز وہ موسیٰ کی ماں گاماں کا خاوند بھی ہے اور عظمت جو ولایت کی بیٹی ہے ولایت کی بیوی کی ماں بھی ہے نیز عظمت ولایت کی بیوی کی ماں بھی ہے یعنی (سوتیلی ماں) اور ولایت کی بیوی جو عظمت کی ماں (سوتیلی ماں) ہے وہ اس کے بیٹے کی زوجہ بھی ہے۔

نیز فرمایا کہ ہمارا ایک ہمسایہ تھا جو نماز کا بہت پابند تھا جب وہ ضعیف

ہو گیا اور چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی تو مسجد میں مقیم ہو گیا۔ ایک دفعہ عشا کی نماز ہونے والی تھی اور وہ آدمی بھوک کے مارے یہ الفاظ کہہ رہا تھا، "کجھ دُکھ نماز دو نماز" یعنی نماز بھی پڑھنی ہے اور بھوک بھی سخت لگی ہے۔ مَیں پیالہ اٹھا کر ہمسایوں کے گھر گیا اور کچھ بھت (بھات) لا کر اس کے سامنے رکھا۔ اس نے بھت کھایا اور نماز پڑھنے کے قابل ہو گیا۔ یہ قصہ حضرت اقدس نے اس وقت بیان فرمایا جب خود نہایت ضعیف ہو چکے تھے اور کھانا کھانے کی طاقت بھی نہیں تھی۔ گویا یہ اشارہ تھا اس جانب کہ کوئی آپ کی خبر گیری کرے۔ لیکن اس زمانے میں کوئی کسی کی خبر گیری نہیں کرتا تھا اور ہر شخص اپنے کاروبار میں مصروف تھا۔

ایک عجیب فیصلہ نیز فرمایا کہ دو شخص سفر پر روانہ ہوئے۔ ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین۔ جب کھانا کھانے بیٹھے تو ایک تیسرا آدمی بھی شریک ہو گیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر اس تیسرے آدمی نے آٹھ آنے دسترخوان پر رکھے اور چلا گیا اب ان دونوں کے درمیان آٹھ آنے کی تقسیم پر تنازعہ ہو گیا۔ جس شخص کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اس نے کہا کہ پانچ آنے میرے ہیں اور تین آنے تمہارے ہیں لیکن دوسرے آدمی نے یہ بات قبول نہ کی اور نصف کا طلبگار ہُوا۔ لیکن نصف پر اس کا ساتھی رضامند نہ ہُوا اس لیے معاملہ قاضی تک پہنچ گیا۔ قاضی نے یہ فیصلہ سنایا کہ جس شخص کے پاس تین روٹیاں تھیں وہ ایک آنہ کا حقدار ہے اور باقی سات آنے پانچ روٹی والے کے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تین آدمیوں نے آٹھ روٹیاں کھائیں تو گویا ہر ایک نے دو دو روٹیاں اور ایک روٹی کا دو تہائی حصہ کھایا (یعنی ۲⅔ روٹی)۔ پس جس شخص کے پاس تین روٹیاں تھیں اس نے سوائے ایک تہائی روٹی کے اپنی تمام روٹیاں خود کھائیں اور اس کی ایک تہائی روٹی مہمان نے کھائی۔ اب اگر ان آٹھ روٹیوں میں سے ہر ایک کے تین تین ٹکڑے

کیے جائیں تو کل چوبیس ٹکڑے ہوئے اور ہر ایک شخص نے آٹھ آٹھ ٹکڑے کھائے۔ مہمان نے بھی آٹھ ٹکڑے کھائے اور آٹھ آنے ادا کیے۔ چونکہ مہمان نے دوسرے شخص کی روٹی میں صرف ایک ٹکڑا کھایا تھا اس لیے وہ شخص ایک آنہ کا حقدار ہوا اور باقی سات آنے صحیح طور پر پہلے آدمی کو ملے۔

نیز فرمایا کہ تعلیم کے زمانے میں ہم سبق سے پہلے کتاب کا اس قدر مکمل مطالعہ کرتے تھے کہ استاد واہ واہ کرتے تھے اور درس کے بعد دوبارہ کتاب کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔ فرمایا ایک دن ہم ملتان سے تیر پور جا رہے تھے اور مجھے بخار اور اسہال کی شکایت تھی۔ راستے میں ایک سید صاحب کے مکان پر پہنچے وہ مجھ سے کتابیں پڑھا کرتے تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی کہا کہ چائے نوش فرمائیں گے۔ مَیں نے کہا کیوں نہیں۔ وہ چائے تیار کر کے لائے۔ جب ہم نے چائے پی تو میری بیماری جاتی رہی۔

حضرت اقدس کا تحمّل

ایک دن حضرت اقدس مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا جو اپنے آپ کو سید کہتا تھا حضرت اقدس نے اس کی تعظیم کی اور پاس بٹھایا۔ لیکن اس نے بیٹھتے ہی بے ادبانہ رویہ اختیار کیا۔ ایک تو اپنا زانو حضرت اقدس کے زانو پر رکھا دوسرے ڈبی نکال کر نسوار لینا شروع کیا جس کی بُو ساری مجلس میں پھیل گئی اور حضرت اقدس کو اس سے تکلیف ہوئی لیکن ہم لوگوں کو حضرت اقدس کی وجہ سے بات کرنے کی مجال نہ تھی اس خیال سے کہ حضرت اقدس خفا ہوں۔ آپ کا حوصلہ اور حلم اس قدر تھا کہ آپ سب کچھ برداشت کر لیتے تھے لیکن کسی کو کچھ نہیں کہتے تھے۔

ایک دن مَیں حضرت اقدس کے ہاں آیا ہوا تھا اور آپ اندرون خانہ تشریف رکھتے تھے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اگر آج اپنے گھر پر ہوتا تو سیویاں کھاتا۔ آپ نے اُسی وقت اندر سے آواز دی کہ عبیداللہ! جب میں دروازے پر گیا تو آپ نے

Marfat.com

سیویوں سے بھرا ہُوا تھال مجھے عنایت فرمایا اور فرمایا کھاؤ۔ مَیں نے خوش ہو کر کھایا۔

نقل ہے کہ خیرپور کے عزب میں قصبہ جوہر یا باندی میں لوگوں نے ایک کنواں کھودا لیکن اس کا پانی کڑوا نکلا۔ وہ لوگ آئے اور حضرت اقدس کو لے گئے۔ آپ نے وہاں پہنچ کر اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی اور فرمایا یہاں ایک کنواں کھودو۔ جب لوگوں نے کنواں کھودا تو اس کا پانی اچھا نکلا۔ ایک دفعہ دریائے گھارا میں طغیانی آئی اور دُرپور کا علاقہ تباہ ہو گیا۔ فصل خراب ہو گئے اور درخت گر گئے۔ وہاں کے لوگ حضرت اقدس کو موقع پر لے گئے۔ آپ نے فاتحہ پڑھا اور دعا مانگی۔ پس دریا اس جگہ سے آگے نہ آیا جہاں آپ کی چارپائی رکھی گئی تھی۔

سادگی کا کمال

پہلی بار جب کاتب الحروف حضرت اقدس کی زیارت کے لیے احمد پور سے خیرپور گیا تو مغرب کا وقت تھا حضرت اقدس اندر سے ایک چارپائی لائے جس کا بان کہنہ اور ٹوٹا ہُوا تھا۔ آپ دوبارہ اندر تشریف لے گئے اور دوسری چارپائی لائے اس کی بھی وہی حالت تھی۔ اس کے بعد اندر جا کر میرے لیے کھانا لائے جو روٹی اور شلغم خشک پر مشتمل تھا یا شاید کوئی اور سبزی تھی۔ غرضیکہ آپ سب کام خود کرتے تھے حالانکہ اس وقت آپ پر ضعیفی غالب آچکی تھی اور کمزوری کی وجہ سے آپ کے منہ سے نقاہت کی آواز نکل جاتی تھی۔

حکیم خدا بخش فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے گھر سے حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں روٹی اور مچھلی کا سالن بھیجا گیا۔ جب حضرت اقدس اور اہلیہ صاحبہ نے مل کر کھانا کھایا تو بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ مصالحہ خوب ڈالا ہے۔ یہ سُن کر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ تمہارے کہنے پر مجھے مصالحے کا احساس ہُوا۔ بیشک، خوب ہے۔ نیز حکیم صاحب نے فرمایا کہ حضرت خواجہ صاحب کو کشف بہت ہوتا تھا۔ لیکن بہت

احتیاط کرتے تھے کہ ظاہر نہ ہو۔ آپ عوام کی طرح زندگی بسر فرماتے تھے۔

کشفِ قلوب ایک دن ملتان میں آپ اپنے بھانجے مولوی غلام محمد کو درس دے رہے تھے لیکن وہ کسی خیال میں لگے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ لنگی کا خیال چھوڑ دو وہ بھی مل جائے گی۔ اور اس وقت سبق کا خیال کرو۔ لیکن اس کے فوراً بعد آپ خود حیران ہوئے کہ یہ بات کس طرح بے ساختہ میری زبان سے نکل گئی۔ نیز مولوی غلام محمد صاحب بھی حیران ہوئے کہ کشف سے اجتناب کرنے والے آج کس طرح یہ بات کہہ بیٹھے۔ لنگی کا معاملہ یہ تھا کہ مولوی غلام محمد صاحب کو حضرت حافظ محمد جمال سے نسبت دامادی حاصل ہو چکی تھی۔ چنانچہ ایک شخص نے حضرت حافظ محمد جمال کی خدمت میں دو بیش قیمت لنگیاں پیش کیں تو آپ نے انہیں ایک حافظ صاحب کے پاس بطور امانت رکھ دیا کہ ایک لنگی مولوی غلام محمد کو دینا اور ایک کسی اور کو دینے کے لیے فرمایا۔ حافظ صاحب نے ایک لنگی مولوی غلام محمد کو دے دی۔ لیکن گھر آ کر ان کو معلوم ہوا کہ دوسری لنگی زیادہ قیمتی تھی کیونکہ اس میں ریشم تھا۔ اس لیے ان کو یہ فکر لاحق ہوا کہ حضرت شیخ کے داماد ہونے کا شرف تو مجھے حاصل ہے لیکن اچھی لنگی دوسرے شخص کو مل گئی ہے۔ اس لیے درس کے وقت وہ دل میں خیال کر رہے تھے کہ حضرت حافظ محمد جمال سے اس کے متعلق عرض کروں گا۔ چنانچہ اب وہ حیران تھے کہ جو بات میرے دل میں تھی حضرت اقدس کو کیسے معلوم ہو گئی۔

---

[1] اولیا کرام فرماتے ہیں کہ کشف و کرامات میں کئی آفات ہیں ایک تو اس سے ترقی رک جاتی ہے دوسرے نفس میں عجب و تکبر پیدا ہوتا ہے۔ حجابات پیدا ہوتے ہیں اور شہرت ہوتی ہے ابن العربی آخر عمر میں حسرت سے فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ کشف و کرامات میں اتنی آفت ہے تو ہرگز کشف نہ کرتا۔ خواجہ غلام فرید فرماتے ہیں کہ اکثر چھوٹے مرتبہ کے اولیا کرام سے کشف و کرامات زیادہ صادر ہوتے ہیں۔

دروغ بیانی سے اجتناب حکیم خدا بخش صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب نے کبھی دروغ بیانی سے کام نہیں لیا۔ ایک دن بعد نماز مغرب جب بندہ حاضرِ خدمت ہوا تو حافظ دائم بازار سے حضرت اقدس کے حساب میں ایک آنے کی شیرینی لائے۔ جب اس نے شیرینی حضرت اقدس کے پیش کی تو آپ نے فرمایا کہ یہ شیرینی میں نے تمہارے ہلک کی۔ آپ نے یہ کلمات دو مرتبہ فرمائے۔ یہ دیکھ کر حافظ دائم حیران رہ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم کہو میں نے قبول کیا حافظ دائم نے کہا میں نے قبول کیا۔ اس کے بعد آپ نے لنگی کا دامن پھیلا کر فرمایا کہ اب یہ شیرینی تم مجھے دے دو۔ انہوں نے فوراً دے دی۔ آپ شیرینی لیکر اندرون خانہ تشریف لے گئے اور بی بی صاحبہ سے فرمایا کہ حافظ دائم نے شیرینی دی ہے تم کھاؤ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ کوئی چیز گھر لے جاتے تھے تو بی بی صاحبہ فرماتی تھیں کہ آپ خواہ مخواہ رقم خرچ کرتے ہیں اس لیے وہ اس میں سے کچھ نہیں کھاتی تھیں۔ اب اس واقعہ سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں ایک یہ کہ آپ کو معلوم تھا کہ بی بی صاحبہ کھانے سے انکار کریں گی۔ دوسرے یہ کہ آپ نے دروغ بیانی سے بچنے کے لیے حافظ دائم کے ساتھ تملیک کا معاملہ کیا۔

حکیم خدا بخش صاحب فرماتے ہیں کہ آخر عمر میں حضرت خواجہ صاحب کا استغراق اس قدر بڑھ گیا تھا کہ آپ اکثر اوقات نماز کی دو رکعت یا کبھی ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیتے تھے۔ اسی طرح آپ کے مقتدی بھی سلام پھیر دیتے تھے عام لوگ سمجھتے کہ آپ پر ضعیفی اور نسیان غالب ہے لیکن معاملہ کچھ اور تھا۔ ایک دفعہ مولوی عبدالغفار آپ کی دائیں طرف اور میں (حکیم خدا بخش) بائیں کھڑے کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ نماز سے باہر آ گئے اور ضعیفی کی وجہ سے آہ آہ کرنے لگے۔ مولوی عبدالغفار کو یاد آیا کہ جو ڈوہر آپ کے نیچے تھی ناپاک تھی۔ اس لیے آپ نے نماز ترک کر دی۔

Marfat.com

اس کے بعد ڈوہر بدلی گئی اور آپ نے دوبارہ نماز ادا کی۔

حکیم خدابخش نے یہ بھی روایت کی ہے کہ حضرت اقدس فرمایا کرتے تھے کہ مَیں نے ساری عمر کھیل کود یعنی لہو ولعب میں حصّہ نہیں لیا۔ حتیٰ کہ ایامِ طفلی میں ڈیٹی ڈنڈا بھی کبھی نہ کھیلا۔ اور آج تک مجھے ڈیٹی ڈنڈا کھیلنا نہیں آتا۔ حکیم خدابخش فرماتے ہیں کہ ایک دن آپ نے فرمایا کہ ایک دن مَیں نے مغرب کی نماز کے بعد سنت کی نیّت باندھی تو ایسا معلوم ہُوا کہ مولوی عبدالحکیم کے والد میاں بہاوالدین میرے پیچھے کھڑے ہیں اور مَیں ان کے آگے کھڑا نماز پڑھ رہا ہوں۔ چنانچہ نماز ہی میں مَیں سرک کر دوسری جگہ جا کر کھڑا ہو گیا۔ نماز سے فراغت کے بعد میاں بہاوالدین نے مجھے دعا دی کہ آپ نے میری سفید ریش کا ادب کیا خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اور عافیت دارین عطا فرمائے۔

حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہمارے ایک ہمسایہ نے اپنی بیوی کو فریب دے کر حق المہر بخشوا لیا اور چند فقرار کو دعوت دے کر گواہ بھی بنا لیا۔ دوسرے دن اس نے بیوی کو طلاق دے دی۔ اس کی بیوی نے صبر سے کام لیا اور اٹھ کر ہمارے گھر چلی آئی۔ دو دن نہیں گزرے تھے کہ امرِ الٰہی سے اس کے گھر میں آگ لگ گئی اور وہ آدمی اپنے بال بچوں اور مال و متاع سمیت جل کر خاکستر ہو گیا۔

لڑائی جھگڑا بند کرانے کا نیا طریقہ

ایک دفعہ حضرت اقدس بیٹھے ہوئے تھے کہ خیرپور کے چند لوگ آپس میں لڑتے جھگڑتے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کو دُور سے دیکھتے ہی آپ نے جیب سے تسبیح نکالی اور کچھ پڑھنے لگے۔ نیز ان لوگوں کو ہاتھ کے اشارہ سے معلوم کرایا کہ فی الحال مَیں وظیفہ پڑھ رہا ہوں بعد میں آنا۔ وہ لوگ اشارہ سمجھ کر فوراً چلے گئے اور بعد میں نہ آئے۔ ان کے چلے جانے کے بعد حضرت اقدس نے تبسم سے فرمایا کہ اگر مَیں یہ

نمائش نہ کرتا تو ان کا جھگڑا لمبا ہو جاتا۔

سماع کبھی خواہشاً نہ سُنا

حضرت اقدس کی عادت تھی کہ قوالی یا ابیات وغیرہ ہمیشہ دن کے وقت سنتے تھے (کیونکہ رات شب بیداری و مراقبات کے لیے مخصوص تھی) لیکن پھر بھی آپ نے کبھی سماع سننے کی خواہش کا اظہار نہیں فرمایا تھا۔ جو کوئی ابیات سنوانے کی پیش کش کرتا تو آپ سُن لیتے تھے۔ یا اگر کوئی شخص کسی قوال کو لے آتا تو آپ اس کا گانا سُن لیتے تھے لیکن دَورانِ سفر آپ رات کے وقت قوالی سُن لیتے تھے۔ ایک رات آپ اپنے گھر پر تھے کہ کسی نے گھر سے باہر سرود کے ساتھ اشعار پڑھنا شروع کیا۔ یہ سنتے ہی آپ بغیر پیراہن باہر تشریف لے آئے اور غصہ ہوئے جس سے تمام لوگ بھاگ گئے۔

کمالِ عجز و انکسار

جب راقم الحروف نے آپ کی کتاب توفیقیہ شریف کا ہندی میں منظوم ترجمہ کیا اور پڑھ کر آپ کو سنایا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اسے مشکل بنا دیا ہے۔ جب حضرت اقدس نے راقم الحروف کو بیعت کا مجاز فرمایا اور لوگوں کو بیعت کرنے کا حکم دیا تو اس کے بعد خود بیعت کرنا بند کر دیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم موجود ہو مجھے بیعت کرنے یا وظائف بتانے کی کیا ضرورت ہے۔ نیز فرمایا کہ ؎

باطل است آنچہ مدعی گوید　　　خفتہ را خفتہ کے کند بیدار

(جھوٹا دعویدار جو کچھ کہتا ہے غلط کہتا ہے کیونکہ سویا ہوا دوسرے سوئے ہوئے کو کسطرح بیدار کر سکتا ہے) آپ نے فرمایا کہ ہدایت کیلئے یہ شرط نہیں ہے کہ ہادی ولی کامل ہو اور گناہوں سے پاک ہو[1]

---

[1] یہ آپ کی کسرِ نفسی ہے۔ آپ چونکہ اپنے آپ کو گنہگار بھی سمجھتے تھے اور بعد خلافت ہدایت خلق پر مامور بھی تھے اس لیے تضاد رفع کرنے کی خاطر فرمایا کرتے تھے کہ مجھ جیسا گنہگار بھی نیک کاموں کی تلقین کر سکتا ہے جیسے ایک دفعہ فرمایا کہ میرا حال حجرِ اسود کا سا ہے۔ لوگ اُسے چومتے ہیں اور وہ خود سیاہ ہے میری طرح۔

Marfat.com

بلکہ اگر کوئی شخص ہادیٔ مطلق حق تعالیٰ کو سمجھتا ہے اور خود کو گنہگار سمجھتا ہے اور خودی اور خود بینی سے اجتناب کرتا ہے اور اپنے پیر کامل کے حکم کے مطابق لوگوں کو محض خیر خواہی کی بناء پر داخل سلسلہ کرتا ہے تو اسے گناہ نہ ہوگا اور آخر لوگ ہدایت پا لیں گے۔ اس سے ظاہر ہے کہ سویا ہُوا سوئے ہوئے کو بیدار کر سکتا ہے۔ کیونکہ جب ایک سونے والے کی لات دوسرے کو لگ جاتی ہے تو وہ بیدار ہو جاتا ہے۔ اور خواب غفلت ترک کر دیتا ہے حالانکہ لات مارنے والا غافل پڑا سو رہا ہے [1]۔

روایت ہے کہ ایک دن آپ نے گھر جا کر بی بی صاحبہ سے دریافت کیا کہ کوئی کھانے کی چیز ہے۔ انہوں نے فرمایا بھال (پاتری) کے نیچے چاول پکے ہوئے رکھے ہیں جب آپ نے بیگن اٹھا کر تناول فرمائے تو بی بی صاحبہ سے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خوب گلا ہُوا گوشت کھایا ہے۔ آج تک اس طرح کوئی چیز نہیں کھائی۔ مائی صاحبہ نے فرمایا کہ شاید آپ نے خمیر کھایا ہوگا۔ آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں [2]۔ اس فقیر نے اکثر دیکھا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کریر کے ڈیلے خرید کر کھایا کرتے تھے۔ تاکہ حضرت شیخ فریدالدین گنجشکر قدس سرہٗ کی سنت پوری ہو جائے۔ کیونکہ آپ کو اپنے مشائخ عظام سے بہت محبّت تھی۔

نقل ہے کہ جب حضرت اقدس اپنے پیر و مرشد کے عرس پر ملتان تشریف لے گئے تو حضرت مولانا مولوی غلام مصطفےٰ جو اس فقیر کے پیر بھائی اور حضرت خواجہ

---

[1] کس قدر انکسار ہے کہ حضرت اقدس اپنے جملہ کمالات ولایت کے باوجود اپنی قوتِ استعداد ہدایت کو سونے والے آدمی کی لات سے تشبیہہ دیتے ہیں اور خود کو وہی سونے والا غافل قرار دیتے ہیں یہ شان بقا باللہ اور عبدیت ہے جس کا ہم نے مختصر ذکر مقدمۂ کتاب میں کیا ہے۔

[2] یہ کمال استغراق کی وجہ سے تھا کہ یہ بھی معلوم نہ ہُوا کہ کیا کھایا ہے۔

Marfat.com

کی طرف خلیفہ مجاز تھے۔ اپنے گھر سے دودھ کا ایک پیالہ لائے جس میں بادام، ناریل اور دیگر میوہ جات ملے ہوئے تھے۔ آپ نے حسبِ معمول تمام احباب کے ساتھ مل کر اسے نوش جان فرمایا۔ اس کے بعد حضرت حافظ محمد جمال قدس سرہٗ کی اہلیہ نے کہلا بھیجا کہ کھانا بھجواؤں۔ آپ نے کہلا بھیجا کہ ہم نے چاول کھا لیے ہیں[1]

روایت ہے کہ حضرت اقدس کسی جگہ مہمان تھے۔ رات کا وقت تھا میزبان نے خوشی خوشی کٹورے میں دودھ بھرا اور اس میں بتاشے حل کر کے حضرت اقدس کے سامنے رکھ دیا۔ حالانکہ اس کٹورے میں رسوت جمی پڑی تھی۔ آپ نے نصف کے قریب دودھ پی کر باقی اپنے خلیفہ مجاز مولوی عبدالغفار کو دے دیا۔ جونہی مولوی صاحب نے ایک گھونٹ لیا اخ اخ کر کے تھوک دیا۔ یہ بھی کمال استغراق کی وجہ سے تھا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لا یُذَمّ ذَوَاقًا۔ نیز اس واقعہ سے حضرتِ اقدس کا اخلاقِ حسنہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ شیخ سعدی شیرازی نے خوب فرمایا ہے ؎

ایں مدعیاں در طلبش بے خبر اند کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

(یہ جھوٹے دعویدار حق تعالیٰ سے بے خبر ہیں۔ جن کو خبر ہے ان کی خبر واپس نہیں آئی کہ کہاں گئے) نیز سعدی فرماتے ہیں ؎

یکے باز را دیدہ بردوختہ دگر دیدہا باز و پر سوختہ

(ایک باز وہ ہے جس کے مالک نے اس کی آنکھیں سی کر بند کر دی ہیں[2] دوسرا باز وہ ہے جس کی آنکھیں کھلی ہیں لیکن پر جل گئے ہیں۔ یعنی ایک میں اڑنے کی طاقت ہے لیکن آنکھیں بند ہیں دوسرے کی آنکھیں کھلی ہیں لیکن طاقت پرواز نہیں

---

[1] یہ بھی کمالِ استغراق کی وجہ سے تھا کہ کھانا کھاتے وقت آپ کو معلوم نہ ہوتا تھا کہ کیا کھایا ہے۔
[2] باز کی آنکھیں کچھ عرصہ کے لیے سی کر بند کر دی جاتی ہیں تاکہ اس کے اشتیاق پرواز میں اضافہ ہو۔

Marfat.com

یہ قدرت کے کرشمے ہیں) من لم یذق لم یدر۔ یعنی جس کا ذائقہ نہیں چکھا اس کا علم کیسے ہو سکتا ہے۔

ایک دفعہ اہل خانہ نے آپ کو ایک کپڑا فروخت کرنے کے لیے دیا۔ آپ نے وہ کپڑا افقرار میں تقسیم کر دیا۔ جب مائی صاحبہ نے قیمت طلب کی تو فرمایا مل جائے گی۔ اس کے بعد جب کچھ رقم بطور فتوح حاصل ہوئی تو آپ نے اہل خانہ کے حوالہ کر دی۔

فرمایا کہ ایک دن مجھ سے عصر کی نماز قضا ہو گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بار بار مسجد سے گھر اور گھر سے مسجد جانے کے باعث نماز فوت ہو گئی۔ چنانچہ میں نے وہ نماز بطور قضا ادا کی۔ ایک دن فرمایا کہ ایک شخص میرے لیے پتاشے لایا۔ میں نے کہا کہ مجھے تو ایندھن کی ضرورت ہے تم پتاشے لائے ہو۔ اس نے واپس جا کر پتاشے واپس کیے اور ایندھن خریدا۔ اور ہمیں دیا۔

کمال استغنیٰ جب ملتان غارت ہوا تو آپ نے چیلہ میں سکونت اختیار کر لی جب نواب صاحب بہاول پور خان صادق محمد خان مرحوم کو علم ہوا تو انہوں نے اس علاقے کے حاکم کو حکم دیا کہ آپ کے لیے وظیفہ مقرر کیا جائے چنانچہ حاکم نے آکر گھر کے افراد کی تفصیل طلب کی آپ نے ہر فرد کے لیے ایک پاؤ آٹا صبح اور ایک پاؤ آٹا شام درج کرایا جس کی قیمت چھ آنے یومیہ ہوئی۔ اگر کوئی اور ہوتا چار پانچ روپے روزانہ مقرر کروا لیتا۔ غرضیکہ آپ کی حالت وہی تھی جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ نے ایک صحابی کے متعلق بیان فرمائی ہے۔ آپ نے ایک دفعہ وعظ میں فرمایا کہ اگر کوئی صحابی تم لوگوں کو دیکھ لے تو وہ تم کو کافر کہے گا اور تم اس کو مجنوں کہو گے[1]

مسئلہ سماع:۔ روایت ہے کہ جب قبلہ محب اللہ باکمال حافظ محمد جمال کا

---

[1] مطلب یہ کہ حضرت خواجہ صاحب بھی صحابہ کرام کی طرح مجنون تھے اور اپنے مفاد کی بات نہیں سوچتے تھے۔

Marfat.com

پہلا عرس آیا تو حضرت اقدس ملتان تشریف لے گئے۔ قبلہ المریدین و رئیس المتوکلین حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہٗ نے بھی عرس میں شرکت فرمائی اور سماع بالمزامیر کی مجلس شروع ہوئی۔ لیکن حضرت خواجہ خدا بخش اور یہ فقیر آلات سماع کی وجہ سے شریکِ مجلس نہ ہوئے۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان نے کہلوا بھیجا کہ میں آج کے بعد اس عرس میں کبھی شریک نہیں ہوں گا۔ چنانچہ آپ اس کے بعد کبھی تشریف نہ لائے۔ اس کے بعد جب حضرت شیخ کے خلفاء مثل حضرت منشی غلام حسن وغیرہ نے آلات کے ساتھ سماع شروع کیا تو حضرت اقدس نے ملتان کے غارت ہونے سے لے کر اپنی اہلیہ صاحبہ کی وفات تک کبھی اپنے شیخ علیہ الرحمۃ کے عرس میں شرکت نہ فرمائی۔ اس کے بعد جب عرس میں شریک ہونا شروع کیا تو ایک پہر بھر (تین چار گھنٹے) کے لیے مجلس سماع میں شریک ہوتے تھے۔ لیکن رات کے وقت قطعاً خانقاہ مبارک میں سرود نہیں سنتے تھے [1]

غلبۂ استغراق روایت ہے کہ جب آپ کے بھائی حضرت مولوی قادر بخش کا وصال ہوا تو جنازہ پر بہت لوگ تھے لیکن آپ کسی وجہ سے انتظار فرما رہے تھے۔ جب لوگوں نے انتظار کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ میرا بھائی آجائے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ جنازہ تو آپ کے بھائی ہی کا ہے۔ اس

---

[1] اس سے ثابت ہوا کہ حضرت خواجہ خدا بخش صاحب کو سماع بالمزامیر سے انکار نہیں تھا بلکہ کبھی کبھی سن لیتے تھے لیکن سماع میں آپ کو غلو نہیں تھا اس کی وجہ شاید ایک تو یہ تھی کہ آپ کی طبیعت سماع کی طرف فطرتاً راغب نہیں تھی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ اکثر روایات و واقعات سے پایا جاتا ہے کہ آپ پر اکثر و بیشتر استغراق کا غلبہ رہتا تھا۔ لہٰذا یہ جو بعض حضرات کا خیال ہے کہ آپ نے کبھی سماع بالآلات نہیں سنا غلط ہے اور اس بارے میں ہمارے پاس آپ کے خلیفہ اول و اعظم حضرت مولانا عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت آپ کی کتاب "سِرِّ دلبراں" میں موجود ہے۔

کے بعد آپ نے نمازِ جنازہ پڑھی۔ نیز جب ملتان تشریف لاتے تھے یا کسی اور جگہ جاتے تو لوگوں سے پوچھتے تھے کہ یہ کون سی جگہ ہے۔ نیز جو امور خیر پور سے متعلق تھے آپ ان کے متعلق ملتان میں اور جو ملتان سے تعلق رکھتے تھے ان کے متعلق خیر پور میں بات چیت کرنا شروع کر دیتے تھے لیکن لوگ آپ کو بتاتے تھے کہ یہ فلاں مقام ہے۔ غرضیکہ غلبۂ استغراق اس قدر تھا کہ جو چیزیں آنکھوں سے دیکھی جاتی ہیں وہ بھی آپ کی آنکھوں میں گم ہو جاتی تھیں [۱]

دوست کو قید سے آزاد کرانے کا بہترین طریقہ

روایت ہے کہ جب حضرت مولانا مولوی عبدالرحمٰن بھڈیرا کو کسی سبب سے نواب صاحب بہاول پور خان محمد صادق محمد خان نے قید کر دیا تو تمام علماٗ و مشائخ جمع ہو کر نواب صاحب کے پاس گئے اور احمد پور اور موضع کچہری میں اجتماع ہوا اور تمام حضرات مختلف طریقوں سے نواب صاحب کو مولانا عبدالرحمٰن کی بریت کا یقین دلا رہے تھے تو حضرت اقدس نے تمام طریقے ترک کر کے نواب صاحب کے سامنے یہ شعر پڑھنا شروع کیے ؎

با من اول آں ہمہ رسم وفاداری چہ بود | بعد ازاں موجب چندیں جفاکاری چہ بود
آشتی بگذاشتی تیغ جفا ہر درشتی | آں عنایت ہا کجا شد واں ستمگاری چہ بود

---

[۱] اگرچہ یہ امر مسلمہ ہے کہ مغلوب الحال بزرگان سے غالب الحال اصحاب کا درجہ زیادہ بلند ہوتا ہے اور کمال صحو (ہوشیاری) میں ہے نہ سُکر میں۔ غالب الحال ہونے میں ہے نہ مغلوب الحال ہونے میں ابن الحال ہونے میں نہ ابن الحال ہوتے میں۔ باقی باللہ ہونے میں نہ کہ فانی فی اللہ ہونے میں پھر بھی اکابرین کا یہی عمل رہا ہے کہ جب خلفاٗ تیار کر کے ان کو ہدایت خلق پر مامور کرتے ہیں تو خود مقام وصل و فنا کے مزے لینے کیلئے بقیہ عمر کیلئے جو بہت قلیل ہوتی ہے استغراق فی الذات میں چلے جاتے ہیں۔ اس مقام کو علم روحانیت کی اصطلاح میں فردیت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور عرفا کے نزدیک فردیت بلند ترین مقام ہے۔

Marfat.com

حالیا ایں مردم چشمت بخون آغشتہ اند　　جان من واگو کہ چندیں مردم آزادی چہ بود

(ہمارے ساتھ شروع میں وفا اور نظرِ عنایت تھی اب اس جور و جفا کی وجہ کیا ہو سکتی ہے آپ نے محبت کا رستہ چھوڑ کر تیغ جفا اٹھالی ہے وہ لطف و کرم کہاں گیا اور یہ جور و ستم کہاں سے آگیا یہ جو تمام خلق خدا کی آنکھیں خون آلودہ ہیں جان من بتاؤ کہ اس قدر مردم آزاری کب تک روا رکھو گے۔) جب آپ کی زبان گوہر فشاں سے نواب صاحب نے یہ اشعار سنے تو ان کی رہائی کا حکم دے دیا۔ بلکہ اپنے خاص طعام میں سے ایک خوانچہ حضرت اقدس کے لیے ارسال فرمایا اب تمام اس خیال میں تھے کہ نواب صاحب کا ارسال کردہ طعام خوب کھائیں گے لیکن آپ نے وہ خوانچہ اٹھا کر حضرت مولانا مولوی غوث بخش کی خدمت میں بھیج دیا جو حضرت قبلہ عالم مہاروی کے مرید اور حکومت کے ہاں بڑے معتبر مانے جاتے تھے۔ حضرت اقدس کے تمام افعال خالی از حکمت نہیں تھے۔ اس کام میں کمترین حکمت یہ تھی کہ فقرار کو لذاتِ دنیا سے کیا تعلق۔

مخلوقِ خدا پر رحم ایک دفعہ حضرت اقدس کے نزدیک کسی شخص نے ایک کتے کو مارا اور کتے کی چیخ نکل گئی کتے کی فریاد سُن کر حضرت اقدس کا جسم لرز گیا اور غصہ ہوئے۔

پابندیٔ شریعت روایت ہے کہ جب حضرت حافظ محمد جمال قدس سرہٗ کا مقبرہ تعمیر ہو رہا ہے اور میاں عبداللہ تاجر کے ہاتھ میں تعمیر کا سب کام تو یہ ہؤا کہ روضۂ مبارک راست نہیں آ رہا تھا حضرت شیخ کی اہلیہ صاحبہ نے حضرت خواجہ خدا بخش علیہ الرحمۃ کی رائے طلب کی تو آپ نے فرمایا میں اس کام میں اس وقت دخل دوں گا جب مجھے پورا اختیار دیا جائے گا۔ اور میرے کیے پر کوئی شخص اعتراض نہ کرے۔ چنانچہ آپ نے تھوڑے عرصے میں روضۂ مبارک کی تعمیر کا کام مکمل کر لیا لیکن سب سے پہلا کام آپ نے یہ کیا کہ بلند قبر کو کم کر کے ایک بالشت کے

Marfat.com

کے برابر کر دیا اور قبر کے برابر آپ نے روضہ مبارک میں روشن دان لگوا دیئے تاکہ ہُوا، روشنی اور بارش اندر آسکے اور باعثِ رحمت ہو۔

اخلاق حسنہ

نیز فرمایا کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ میں کسی پر غصے ہوتا ہوں لیکن بے اختیار میرے منہ پر تبسّم آجاتا ہے۔ نیز ایک دن حضرت اقدس کے نزدیک کسی شخص نے ایک آدمی کو پکار کر کہا خدا بخش! (یہ اس آدمی کا نام تھا) لیکن حضرت خواجہ صاحب نے فوراً جواب میں فرمایا جی! اس کے بعد اس آدمی نے کئی بار خدا بخش خدا بخش دوسرے آدمی کو آواز دے کر پکارا اور ہر بار حضرت اقدس نے جی کہہ کر جواب دیا۔ یہ آپ کا کمال انکسار ہے۔ آپ جانتے تھے کہ خالی نام سے مجھے کوئی نہیں پکارتا لیکن چونکہ سوال کا جواب دینا فرض ہے آپ نے کسی دوسرے خدا بخش کو پکارنے کے جواب میں ہر بار لبیک کہا۔

نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ اپنی چیزوں کی ہر شخص کو خود محافظت کرنی چاہیئے اور ہر شخص کو چور سمجھنا چاہیئے یہ بدگمانی گناہ نہیں ہے ؎

نگہدارد آں شوخ در کیسہ دُر　　کہ داند ہمہ خلق را کیسہ بُر

(وہ شخص اپنی جیب کی رقم کو محفوظ رکھتا ہے جو ہر شخص کو جیب کترا سمجھتا ہے)

نیز فرمایا کہ جب آدمی کو کمال قوت اور صحت ہو تو اپنی طاقت اور صحت پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے اور موت کو نزدیک سمجھنا چاہیئے۔ جب کمال ضعف لاحق ہو اور مریض قریب المرگ ہو تو زندگی کی امید رکھنی چاہیئے۔

نسخہ برائے روشنی چشم

نیز فرمایا کہ بکری کا گوشت نصف چھٹانک جو چربی سے خالی ہو اور سرخ ہو۔ اس میں دو رتی سیماب یعنی پارہ ملایا جائے اور گولیاں بنائی جائیں یکے بعد دیگرے گولی کھانے سے روشنی چشم میں اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن دانتوں سے نہ چمٹ جائے کیونکہ سیماب دانتوں کے نیچے

Marfat.com

مضر ہے۔ یہ عمل تین دن کرنا چاہیئے۔

نسخہ دوم برائے چشم نیز فرمایا کہ ایک سو پھول جنبہ۔ ایک سو پھول کنجد۔ ایک سو کالی مرچ جو سفیدی مائل ہو۔ ایک تولہ پھلہ پھٹکڑی۔ نیم پاؤ آب لیموں میں کھرل کر کے گولیاں بنائی جائیں۔ سیاہ مرچ کے ایک تہائی حصہ کے برابر ایک سیپ میں حل کر کے آنکھوں میں ڈالی جائے سلائی کے ساتھ نصف النہار سے پہلے یہ عمل کیا جائے۔ لیکن دو گھنٹے بعد آنکھیں پانی سے دھولے۔

دیگر برائے روشنی چشم نیز فرمایا کہ جب سرمہ آنکھوں میں لگائے تو کہے لا الٰہ الا اللّٰہ نور العینین محمد رسول اللّٰہ سید الکونین یہ پڑھ کر سلائی پر دم کرے اور سرمہ آنکھوں میں لگائے۔ آنکھیں روشن رہیں گی؛ نیز حضرت اقدس اپنے لیے سرمہ اور مغز تشمیرج (بسفائج) برابر پیس کر پاس رکھتے تھے اور آنکھوں میں ڈالتے تھے۔

نسخہ برائے زخم نیز ہلکے زخم کے لیے اس پر پیشاب کرنے اور اس پر خاک شور ڈالنے کو کہا کرتے تھے۔ زیادہ زخم کے لیے کپڑے کو قتہ سے آلود کر کے اوپر چسپاں کرنے کو فرماتے تھے۔ اس سے زیادہ کے لیے یہ فرماتے تھے کہ فلفل گرد سرسوں کے تیل میں تل کر پیس لینی چاہیئے اور اسی روغن میں ڈال کر زخم پر لگانا چاہیئے اس پر مکھی بھی نہیں بیٹھتی اور جلدی شفا ہو جاتی ہے۔ اس سے زیادہ زخم کے لیے یہ فرماتے تھے کہ قند سفید (سفید شکر) اور سندھور برابر وزن سرسوں کے تیل میں ملا کر زخم پر لگایا جائے۔

عمل برائے دادھ دادھ یعنی ڈدھیر کے لیے یہ فرماتے تھے کہ مسجد میں جا کر مسجد کی خاک دادھ پر لگائے اور یہ کہے کہ خدائے ما بزرگ است تو بزرگ مشو۔ (ہمارا خدا بڑا ہے تو بڑا مت ہو۔) اور پیغمبران اس جہان سے چلے گئے

Marfat.com

ہیں تو بھی چلا جا۔ یہ دفعہ یہ عمل کرے۔

ہر درد اور زخم کے لیے عمل نیز ہر درد اور ہر زخم کے لیے آپ فرماتے تھے کہ آیۂ پاک۔ اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ۔ سات بار پڑھ کر اس پہ دم کرے۔

دردِ شکم کے لیے پیٹ کے درد کے لیے آپ فرماتے تھے کہ تین بار پڑھ کر دم کی جائے۔

عمل برائے گمشدہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ گمشدہ کے لیے یہ پڑھے ؎

اے یار خدائے با امانت — پاکیزہ خدا بے خیانت
من غائب بتو سپردم — تو باز رساں بمن سلامت

اصبحت فی امان اللہ وامسیت فی جوار اللہ۔

نیز فرمایا کہ یہ بھی پڑھے ؎

حق تعالیٰ کہ مالک الملک است — لیس فی الملک غیرہ مالک
برساند بید گر مارا — انہٗ قادر علیٰ ذالک

اصبحت فی امان اللہ — وامسیت فی جوار اللہ

روایت ہے کہ ایک دن آپ ملتان کے بازار میں جا رہے تھے کہ حضرت قبلۂ عالم مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید سے ملاقات ہوئی۔ اس آدمی نے کہا کہ اگر کوئی آپ کا نوکر ہو تو آپ اس سے کہیں کہ یہ آم حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں لے جائے۔ آپ نے فرمایا لاؤ۔ مجھے دے دو۔ چنانچہ آپ آموں کا ٹوکرا سر پہ اٹھا کر مہار شریف کی طرف روانہ ہو پڑے۔ راستے میں ایک گدھے والا ملا۔ اس نے وہ ٹوکرا لے کر گدھے پر رکھ دیا اور اسی طرح آپ مہار شریف پہنچ گئے۔ آم پیش اور

Marfat.com

زیارت سے مشرف ہوئے۔ حاصل کلام یہ کہ حضرت اقدس خود پسندی اور خود بینی سے بالکل آزاد اور مشائخ عظام کی محبت میں سرشار تھے۔ خواجہ حافظ صاحب نے خوب فرمایا ہے ؎

دلق حافظ بچہ آرزو بہ مے اش رنگین کن   وانگش مست وخراب از سر بازار بیار

(حافظ کی گدڑی کی کیا قیمت ہے اسے شراب سے رنگین کر لو اور پھر مست اور سرشار ہو کر بازار سے لاؤ۔ یعنی بادہ معرفت کے پیالے نوش کرو، فنا فی اللہ میں غوطے لگاؤ اور مست ہو جاؤ۔)

ایک دفعہ یہ فقیر حضرت اقدس کی خدمت میں خیر پور آیا ہوا تھا۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ حضرت اقدس کو حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہٗ سے کمال محبت تھی ایک دفعہ فرمایا کہ تم تونسہ شریف جاؤ اور حضرت خواجہ تونسوی کے بڑے بیٹے خواجہ گل محمد کو فلاں فلاں کتاب سے سبق پڑھاؤ۔ اس وقت یہ فقیر بے سرو سامانی کی حالت میں تھا اور سفر کرنے کے قابل نہ تھا۔ حضرتِ اقدس کا فرمان سن کر حیران ہوا کہ کس طرح آپ نے یہ ناقابلِ برداشت بوجھ بندہ پر ڈال دیا ہے۔ جونہی میرے دل میں یہ خیال آیا آپ نے فرمایا کہ فکر مت کرو۔ میں نے کسی خیال میں یہ بات کہی تھی۔ اب ضرورت نہیں ہے۔ لیکن چونکہ حضرت اقدس کی زبان سے یہ الفاظ نکل چکے تھے اس ناچیز کی تیاری ہو ہی گئی یعنی خان عبد الصمد خان کی مصاحبت میں مجھے جانا پڑا کیونکہ وہ شجاع الملک کے ساتھ کابل جا رہے تھے۔ جب احقر کی حضرت صاحبزادہ گل محمد سے ملاقات ہوئی تو آپ نے بندہ پر مہربانی فرمائی اور ایک بڑی جائے نماز بھی مرحمت فرمائی۔ نیز رات کے وقت خواب میں حضرت قبلہ خواجہ محمد سلیمان تونسوی کی زیارت بھی نصیب ہوئی۔ اور حضرت اقدس نے احقر کو پس خوردہ پانی عطا فرمایا۔ بعد میں جب غور سے دیکھا تو وہی صورت میرے اپنے شیخ کی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ

Marfat.com

اولیاء اللہ سب حقیقت میں ایک ہیں اگرچہ صورت میں جدا جدا ہیں۔ میرے حضرت شیخ پر یہ حدیث صادق آتا ہے کہ من ارد ان ینظر الیٰ میت یمشی علی وجہ الارض فلینظر الی ابی قحافہ۔ (جس کسی ایک میّت زمین پر چلتا ہوا دیکھنا ہو تو وہ حضرت ابی قحافہ یعنی حضرت ابوبکر صدیق کو دیکھے) اس وجہ سے کہ کمال عجز و کی وجہ سے آپ میت کی طرح تھے)۔ اور حضرت خواجہ صاحب پر یہ حدیث صادق آتی ہے۔ ان الشیطٰن یفیر من ظل عمر (شیطان حضرت عمر کے سایہ سے بھاگتا ہے یعنی حضرت خواجہ صاحب حضرت عمر کی طرح صاحب جلال و شوکت تھے) تمام پیغمبر علیہم السلام اور اصحاب کرام ایک نور ہیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

اشعار سے حقیقت کا مشاہدہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی شخص نے حضرت اقدس کے سامنے یہ شعر پڑھا ؎

دی گزشت از نظرم چشم سیاہے عجبے ۔ او نگاہے عجبے کردمن آہے عجبے

دگذشتہ رات میں نے ایک محبوب دیکھا جو عجب چشم سیاہ کا مالک تھا۔ اس نے مجھ پر عجب نگاہ اور میرے دل سے عجب آہ نکلی)۔ یہ شعر سن کر حضرت اقدس پر وجد طاری ہو گیا۔ مولوی عبدالحکیم صاحب نے جو آپ کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ اور ہر جمعہ اور منگل کے دن حاضر خدمت ہوا کرتے تھے دریافت کیا کہ کیا معاملہ تھا۔ آپ نے جواب دیا کہ مجھے حضرت قبلہ عالم مہاروی نظر آتے تھے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ جب اہل اللہ اشعار میں اسباب حسن یعنی چشم خط و خال، لب و زلف وغیرہ کے الفاظ سنتے ہیں تو باطن میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں جو مظہر صفات جلال و جمال حق ہیں نہ کہ ظاہر پرستوں کی طرح ظاہری حسن پر مجازی حسن پہ از روئے شہوات نفس فریفتہ ہوتے ہیں۔ بلکہ اہل اللہ کا نفس ہی باقی نہیں رہتا۔ پس نفسانی خواہشات کہاں سے آئیں۔

ایک روپے میں شادی ہو گئی روایت ہے کہ چونکہ حضرت اقدس کو ابتدا ہی سے دنیاوی مال و دولت کی طرف رغبت نہیں تھی اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دیا تھا اس پر راضی تھے نیز والد بزرگوار نے بھی کافی قرضہ آپ کے ذمہ چھوڑا تھا جو کچھ حاصل ہوتا تھا اس سے آپ قرض کی ادائگی کرتے تھے۔ اس لیے آپ پر ہر شخص شفقت کرتا تھا۔ چنانچہ جس روز آپ کا نکاح ہوا تو والد مرحوم نے خواب میں ایک شاگرد سے فرمایا کہ میرے بیٹے کو تم نے کچھ نہیں دیا۔ اس شاگرد نے ایک روپیہ یا اس سے زیادہ دیا جس سے شادی کا سامان خریدا گیا۔ آپ کی عزت کو دیکھ کر کسی دوست نے مشورہ دیا کہ فلاں شخص قصیدہ بردہ کا عامل ہے وہ شخص کو قصیدہ پڑھنے کی اجازت دیتا ہے اس کو غیب سے ایک روپیہ روزانہ مل جاتا ہے۔ آپ چونکہ عسرت اور تنگیٔ رزق میں مبتلا ہیں اس آدمی سے قصیدہ پڑھنے کی رخصت حاصل کرلیں تاکہ رزق کشادہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا اچھا میں اس شخص سے قصیدہ بردہ پڑھنے کی اجازت طلب کروں گا لیکن اس مقصد کے لیے طلب کروں گا کہ مجھے مرشد کامل مل جائے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اس نیت سے قصیدہ پڑھنے کی اجازت طلب کی۔ جب میں نے پڑھنا شروع کیا تو خواجۂ خواجگان حضرت قبلہ حافظ محمد جمال نے فقیر کی مسجد میں آنا جانا شروع کیا اور میرا مقصد حاصل ہو گیا یعنی میں نے بیعت کر لی۔ میری بیعت غوث الثقلین حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا قدس سرہٗ کے روضہ اقدس کے اندر مواجہہ مرقد مبارک میں ہوئی۔ یہ بھی جاننا چاہیئے کہ میرے قبلہ مرشد علیہ الرحمۃ کے نصیب میں کافی نعمت تھی۔ آپ کو نہ صرف اپنے شیخ علیہ الرحمۃ سے بلکہ ان سے شیخ علیہ الرحمۃ سے بھی وافر در وافر فیضان ملا۔ چنانچہ اہلِ نظر جانتے ہیں کہ آپ کی نسبت میں اتنے فیوض جمع ہیں کہ کسی دوسرے میں نہیں ہیں اور بمصداق یمشی علی وجہ الارض

Marfat.com

آپ کی ذاتِ گرامی میں اخلاقِ محمدی بدرجہ کمال موجود تھے ۔

کانت بقلبی اھواءٍ مفرقۃٍ فاستجمعت اذ راتک العین اھوائی

(میرے قلب میں کئی قسم کی خواہشات موجزن تھیں جب تیرے رخ انور کو دیکھا میں پوری طرح سیر ہو گیا۔)۔

تا بہ غایت دل ما مائل خوباں مے بود در بروئے ہمہ بستم چو بروئیت دیدم

(میرے دل میں حسینانِ جہان کی بے حد محبت تھی جب تجھے دیکھا تو سب بھول گئے۔)

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

اگر گیتی سراسر باد گیرد چراغِ چشتیاں ہرگز نمیرد

سرِّ دلبراں

در احوال و مقامات و کمالات حضرت خواجہ خدا بخش خیرپوری قدس سرہ

مصنفہ

حضرت مولانا عبید اللہ ملتانی رحمہ اللہ تعالیٰ

مترجم

واحد بخش سیال چشتی

صوفی فاؤنڈیشن

جسٹس محمد اکبر ہاؤس ◎ محلہ مبارک پورہ ○ بہاولپور

Marfat.com